SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, March 9, 1992

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at ten of the clock in the morning, with Madam Deputy Chairman (Dr. Noor Jehan Panezai) in the Chair.

(*RECITATION FROM THE HOLY QURAN*)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝۷۳
قَوْلُهُ الْحَقُّ ۭ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ۭ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۭ
وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝۷۳

[ترجمہ : اور وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو تدبیر سے پیدا کیا ہے اور جس دن وہ فرمائے گا کہ ہو جا تو حشر برپا ہو جائے گا (۷۳) اس کا ارشاد برحق ہے اور جس دن صور پھونکا جائے گا (اس دن) اسی کی بادشاہت ہو گی وہی پوشیدہ اور ظاہر (سب) کا جاننے والا ہے اور وہی دانا اور خبردار ہے (۷۳)]

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جزاک اللہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

BILLS LAID

(i) TRANSFER OF MANAGED ESTABLISHMENTS (SECOND AMENDMENT) BILL, 1992

(ii) BANKING TRIBUNALS (AMENDMENT) BILL, 1992

Message

Two Bills have been received from the National Assembly.

1. In pursuance of Rule 109 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the National Assembly, 1973, I have the honour to inform the Senate Secretariat that the

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, March 9, 1992

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at ten of the clock in the morning, with Madam Deputy Chairman (Dr. Noor Jehan Panezai) in the Chair.

(*RECITATION FROM THE HOLY QURAN*)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۖ وَيَوْمَ يَقُولُ كُن فَيَكُونُ ۚ
قَوْلُهُ الْحَقُّ ۚ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ
وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿۷۳﴾

[ترجمہ : اور وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو تدبیر سے پیدا کیا ہے اور جس دن وہ
فرمائے گا کہ ہو جا تو حشر برپا ہو جائے گا (۷۳) اس کا ارشاد برحق ہے اور جس دن
صور پھونکا جائے گا (اس دن) اسی کی بادشاہت ہو گی وہی پوشیدہ اور ظاہر
(سب) کا جاننے والا ہے اور وہی دانا اور خبردار ہے (۷۳)]

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین</u> : جزاک اللہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

BILLS LAID

(i) TRANSFER OF MANAGED ESTABLISHMENTS (SECOND AMENDMENT) BILL, 1992

(ii) BANKING TRIBUNALS (AMENDMENT) BILL, 1992

Message

Two Bills have been received from the National Assembly.

1. In pursuance of Rule 109 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the National Assembly, 1973, I have the honour to inform the Senate Secretariat that the

National Assembly has passed the Transfer of Managed Establishments (Second Amendment) Bill, 1992, on the 4th March, 1992.

2. In pursuance of rule 109 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the National Assembly, 1973, I have the honour to inform the Senate Secretariat that the National Assembly has passed the Banking Tribunals (Amendment) Bill, 1992, on the 4th March, 1992.

Now item No. 2.

لیکن میں یہ کہنا چاہوں گی کہ ہم نے اس کو wind up کرنا ہے آج ' اس پہ مہربانی کر کے آپ لوگ کوئی time limit کر دیں کیونکہ لیجسلیشن آ رہی ہے اور اس کو ہم bulldoze نہیں کرنا چاہتے تاکہ ہم اس کو پھر وقت دے سکیں۔ اس کے لئے آپ خود کوئی decide کرلیں۔

سید اقبال حیدر : محترمہ ! پھر wind up آپ ابھی کر دیں مزید تقریروں کی بھی ضرورت نہیں ہے بالکل آپ ایسا ہی کر لیں کیونکہ آپ یہی چاہتی ہیں کہ بات ہی نہ ہو ' تین ہفتے سے بات چل رہی تھی محترمہ ! ہم نے کبھی یہ نہیں کہا کہ ہم یہاں پر کام کرنے سے اجتناب کرتے ہیں ہم نے بار بار کہا کہ دو دو سیشن ہوں۔ ہم نے کہا کہ daily session ہو۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : نہیں جی ایسی بات نہیں ہے۔

سید اقبال حیدر : محترمہ ! اب جبکہ آخری مرحلے میں کچھ اہم تقریریں رہ گئی ہیں تو اس پر آپ کا یہ کہنا کہ آج ہی یہ wind up ہو جائے یہ میرے ساتھ کھلم کھلا ناانصافی ہے اور اس سے میرا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اقبال حیدر صاحب بات سنئے ' میں نے شروع میں کہا تھا کہ limit رکھیں مگر اس وقت بحث کے لئے اتنے زیادہ speakers ہیں اسی لئے میں کہتی تھی کہ آپ لوگ خود ایک limit پہ آ جائیں تو۔

سید اقبال حیدر : ایک ہفتہ اور سہی ' ایک ہفتہ اگر مزید ایوان چل جائے تو خدانخواستہ آئین کی توہین نہیں ہو جائے گی۔

POINT OF ORDER *RE*: LEGISLATION DURING DISCUSSION ON THE PRESIDENT'S ADDRESS

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آن پوائنٹ آف آرڈر ' جناب طارق چوہدری صاحب۔

جناب محمد طارق چوہدری : محترمہ چیئرمین صاحبہ ! بات یہ ہے کہ ہمارے پاس ابھی 21ر مارچ تک موقع ہے نیا سال شروع ہونے میں اور بہت دن باقی ہیں پہلے جب ہم نے ہفتے میں صرف تین سیشن کئے ہیں۔ حالانکہ ہم ہر ہفتے چھ سیشن کر سکتے ہیں۔ ایوان بار بار کہتا رہا ہے کہ ہر روز سیشن کیا جائے لیکن ہر روز کرنے کے بجائے تین دن رکھا گیا۔ اب بھی ہمارے پاس بہت دن باقی ہیں۔ لیجسلیشن کے لئے دو دن 19ر 20ر یا 20ر ' 21ر رکھے جاسکتے ہیں۔ یہ خوش آئند بات ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس موضوع پہ کھل کر اظہار خیال کر رہے ہیں۔ یہ خوشی کی بات ہے اس پہ افسوس کا مقام نہیں ہے اور لوگوں کو پورا موقع ملنا چاہئے جس طرح پہلے ملا ہے اپنی بات کریں۔ بات یہ ہے کہ آپ ڈیلی سیشن کریں اور آپ دو دفعہ سیشن کریں۔ جس طرح بھی ہو آپ اسے 20ر یا 21ر تک چلائیں۔ اور آپ اپنی لیجسلیشن بھی کریں اور جو موضوع چل رہا ہے اسی طرح اسے چلنے بھی دیں۔ اور اس پر آپ ایوان کی رائے لے لیں جس طرح وہ کہیں اس طرح کریں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : طارق چوہدری صاحب ! یہ تو آپ مانیں گے کہ میں نے ٹائم limit نہیں رکھی لیکن میں نے آپ لوگوں سے ایک request کی تھی کہ آپ خود limit پہ تھوڑا سا سوچیں آپ لوگوں نے اس وقت کچھ سوچا نہیں۔ اپنے لئے سوچا باقی کے لئے نہیں سوچا۔ اب اس میں اتنے زیادہ سپیکر رہ گئے ہمارے پاس ابھی ٹائم نہیں کیونکہ لیجسلیشن تو کرنی ہی ہے جو اہم ہے ' اس کے لئے بھی ہمیں تین دن چاہئیں۔

جناب محمد طارق چوہدری : دو دن کافی ہیں آپ یہ 19ر ' 20 کو کرالیں۔

میر عبدالجبار : آن پوائنٹ آف آرڈر۔ محترمہ ! جیسے چوہدری صاحب نے فرمایا میں ان سے اتفاق کرتے ہوئے مزید یہ گزارش کروں گا کہ اگر آپ لیجسلیشن کے لئے دو یا تین دن کا مسلسل انتخاب کرلیں اور بعد میں تقاریر کو چلنے دیں تو بہتر ہو گا ' جیسے معزز رکن اقبال حیدر صاحب نے فرمایا ہے چاہے کتنے بھی دن لگ جائیں ہم 21 مارچ تک تو بیٹھ

سکتے ہیں۔ اور اسی تاریخ کو ہمارا سال بھی ختم ہو گا۔ تو میرا خیال ہے کہ لیجسلیشن جو سب سے اہم نظام ہے اس کو لے لیتے ہیں دو یا تین دن لے لیں اس اہم مسئلے کو نبھا لیں گے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : پھر میں آپ کو یہ کہہ دوں کہ اگر دن میں دو سیشن ہوں کیونکہ ویسا بھی کھانا پینا نہیں ہے تو ایک سیشن میں آپ debate continue رکھیں اور دوسرے میں legislation کر لیں تو پھر ہو سکتا ہے۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : ہمیں منظور ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جی چوہدری امیر حسین صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

چوہدری امیر حسین : جناب محترمہ ! معزز ممبر فرام کوئٹہ جناب میر عبدالجبار صاحب نے جو تجویز دی ہے اس پر غور فرمالیں۔ میں ان کی تجویز سے اتفاق کرتا ہوں کہ سارے دوستوں کو وقت ملنا چاہئے۔ پہلے جو وقت گزر گیا وہ تو گزر گیا۔ اب ان کی تجویز پر غور کر لیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : تو آپ کیا مشورہ دیں گے ؟

چوہدری امیر حسین : ان کا یہ فرمانا ہے کہ کل سے ہم قانون سازی کا کام شروع کر دیں دو دن کانوٹس بھی ہو جائے گا سرکولیشن بھی ہو جائے گی۔ منگل بدھ اور جمعرات' تین دن ہم قانون سازی کر لیں پھر صدارتی خطاب پہ تقاریر شروع ہو جائیں اور جب تک وہ exhaust list نہیں ہو جاتیں وہ ہوتی رہیں۔ کیونکہ خدانخواستہ اگر ہم اس پورے سیشن میں کوئی قانون سازی نہ کر سکیں تو یہ سینٹ کے لئے بھی ٹھیک نہیں ہو گا کیونکہ مہینہ' ڈیڑھ سینٹ چلتا رہا اور کوئی قانون سازی نہیں ہو سکی۔ تو اس طرح کر لیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : نہیں جی' اگر دو ٹائم پہ سیشن ہوں صبح تقاریر اور شام کو قانون سازی ہو تو کیا خیال ہے ؟

چوہدری امیر حسین : ہاں دوسری تجویز یہ ہے۔ اگر ایک دن میں دو سیشن ہو جائیں پہلا سیشن ایک سوا ایک بجے ختم ہو جائے تو دوسرا آج کل نماز کے وقفے کے بعد فوراً شروع کیا جا سکتا ہے اور افطاری سے آدھ گھنٹہ' گھنٹہ پہلے ختم کیا جا سکتا ہے۔ تو اس ضمن میں ایوان رول کو معطل کر سکتا ہے۔ اور جس طرح بھی ہو قانون سازی کی جائے۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : نہیں جی میں آپ کے ساتھ agree ہوں۔ قانون سازی بہت اہم ہے۔ اس لئے میں نے کہا کہ اگر آپ دو سیشن رکھ لیں تو اس میں یہ ہو گا کہ جو ممبر زرہ گئے ہیں ان کی تقریریں بھی ہو جائیں اور آپ کی لیجسلیشن بھی چلتی رہے گی۔

چوہدری امیر حسین : اگر یہ ہو جائے۔ یعنی اگر دو سیشن ہو جاتے ہیں۔ ایک سیشن میں قانون سازی اور دوسرے سیشن میں تقاریر ہو جائیں قانون سازی پہلے سیشن میں ہو جائے یا دوسرے میں۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آپ نے کرنا ہے۔ دونوں ٹائم کا سیشن اتنا ہی اہم ہے۔ یہی سینٹ بیٹھے گی۔ دونوں سیشن برابر کے ہیں اس میں فرق آپ نہ کریں۔ اگر آپ اس طرح کریں گے تو دوسرے سیشن میں چار بندے بھی نہیں ہوں گے۔

چوہدری امیر حسین : محترمہ میں یہ گزارش کر رہا ہوں۔ یعنی جن دوستوں نے ابھی تقاریر کرنی ہیں وہ لازماً دوسرے سیشن میں آئیں گے اور اگر پہلے سیشن میں قانون سازی ہو جاتی ہے۔ دوسرے سیشن میں تقاریر ہوتی ہیں تو تقریباً بیس فاضل ممبران ایسے رہتے ہیں جنہوں نے تقریر کرنی ہے۔ چنانچہ میری یہ گزارش ہے کہ ہم کل پہلے سیشن میں قانون سازی کر لیں اور دوسرے سیشن میں ہم تقاریر کر لیں۔ یہ میری گزارش ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : حافظ حسین احمد صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

حافظ حسین احمد : محترمہ میں سمجھتا ہوں کہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے اور ظاہر ہے اقبال حیدر صاحب کو شام کو روزہ بھی لگے گا۔ وہ کس طرح تقریر کر سکیں گے۔ لیکن میں گزارش کرتا ہوں کہ آپ بھی ذرا یہ بھی خیال رکھیں کہ سارا دن ہم یہاں روزہ میں بیٹھیں گے اور رات کو تراویح بھی ہے۔ آپ ایسا کریں کہ تراویح کے بعد سحری تک ایوان کو چلائیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اگر آپ بحث کرتے ہیں تو ہم کرنے کو تیار ہیں۔ اگر آپ

کرنا چاہتے ہیں تو ہم تیار ہیں۔ جناب رحیم مندوخیل صاحب۔ رحیم مندوخیل صاحب ' آپ اور حافظ حسین احمد کو شکایت نہیں ہونی چاہئے۔ میں نے آپ کو اتنا ٹائم دیا ہے۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : میری گزارش یہ ہے کہ یہ سیشن ایکسٹنڈ ہو جائے یہ دن میں دو سٹنگ۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : ہوتے رہے ہیں۔ رحیم مندوخیل صاحب آپ پہلی دفعہ آئے ہیں ' یہاں ہوتے رہے ہیں۔ یہاں دو دو ٹائم اجلاس ہوتے رہے ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ روزے میں بھی ہوتے رہے ہیں۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : رحیم مندوخیل صاحب آپ تشریف رکھیں۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : میں آپ کو ایک بات بتاؤں کہ جس وقت قانون سازی ہو گی اس میں وقفہ سوالات بھی ہو گا۔ جناب چوہدری امیر حسین صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

چوہدری امیر حسین : چونکہ ابھی صدارتی خطاب پر تقاریر ہو رہی ہیں ہم قانون سازی کی ریلیکسیشن لیں گے۔ اگر صدارتی خطاب پر وائنڈ اپ ہو کر باقاعدہ صرف قانون سازی شروع ہو تو پھر وقفہ سوالات بھی ہو گا اور تحریک التواء بھی ہو گی۔ اب چونکہ صدارتی خطاب پر تقاریر چل رہی ہیں۔ یہ تو ہم قانون سازی کے لئے رول کو سسپنڈ کر کے رعایت لے رہے ہیں اس میں وہ اپلائی نہیں کرے گا۔ یہ فارمل بزنس آف لیجیسلیشن ہو نہیں سکتی جب کہ تقاریر ہو رہی ہوں۔ لیکن اس ایوان کو اختیار ہے کہ اس حد تک رول کو سسپنڈ کر کے قانون سازی کر لی جائے۔ چنانچہ تصور یہی ہو گا کہ صدارتی خطاب پر تقاریر ہو رہی ہیں لیکن اس میں قانون سازی کی رعائت دی گئی ہے کنسیشن دی گئی ہے اس لئے وقفہ سوالات اور تحریک التواء نہیں ہوں گی۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب اقبال حیدر صاحب میں بات کر رہی ہوں۔ میں اس

لئے کہہ رہی ہوں کہ پہلے ممبروں کو اتنا ٹائم دیا گیا کہ اگر آپ اس طرح کر لیں تو باقی ممبروں کو بھی سارا حق مل جائے گا۔ اگر ہم اسی طرح اس پر جھگڑتے رہے تو پھر باقی ممبر تو گئے پھر آئندہ اور بھی مواقع ہو سکتے ہیں کہ وہ لوگ اسی طرح اعتراض کریں۔ میرے خیال میں یہ بہتر ہو گا کہ ہم قانون سازی اور صدارتی خطاب کو لے لیں تاکہ ہمارے سپیکر کمپلیٹ ہو جائیں۔ مجھے امید ہے سارے ایوان کی یہی مرضی ہو گی۔ جناب اقبال حیدر صاحب۔

سید اقبال حیدر : میری گزارش صرف اتنی ہے کہ آپ نے نیشنل اسمبلی کے نوٹس جو پڑھ کر سنائے ہیں۔ یہ صرف دو قوانین میں تبدیلی کا آیا ہے۔ جہاں تک میری اطلاع ہے نیشنل اسمبلی نے کوئی بڑی تعداد میں بلز پاس نہیں کئے۔ وہ معمولی سے بل ہیں۔ مجھے تھوڑی بہت ان بلز سے واقفیت ہے۔ وہ بل آپ کی بارھویں ترمیم سے بھی کم وقت میں پاس ہو جائیں گے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : بات سنیں اقبال حیدر صاحب۔ اگر کم وقت میں پاس کئے پھر پہلے بندے آپ ہی ہوں گے جو اٹھ کر اعتراض کریں گے اس لئے آپ بیٹھ جائیں۔

سید اقبال حیدر : انہوں نے جو ترمیمیں کی ہیں۔ یہ ترمیمی بل ہے۔ اس میں معمولی سی ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ اس وقت معمولی سمجھیں گے پھر آپ کہیں گے کہ بہت اہم بل کو آپ نے بلڈوز کر دیا۔

سید اقبال حیدر : ان دو بلوں کے علاوہ اگر کوئی ہے تو اس کا مجھے علم نہیں۔ اگر کوئی اور بھی لیجسلیشن ہے تو اس کا مجھے علم نہیں ہے۔ اس لئے اس کے بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن جہاں تک ابھی تک کی میری اطلاع ہے وہ یہ ہے کہ دو بل پاس ہوئے ہیں جن کی نوعیت کوئی بہت زیادہ متنازعہ نہیں ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : نہیں جی۔ اس کو بھی ہم ٹائم دینا چاہتے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

سید اقبال حیدر : ہمارا صرف کہنا یہ ہے کہ شام کو آپ لیجیسلیشن کر لیں اور صبح۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اقبال حیدر صاحب آپ تشریف رکھیں۔ صبح اور شام میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جناب منظور گچکی صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب منظور احمد گچکی : شکریہ جناب والا۔ سمجھ گیا میں کیا کہنا چاہتا تھا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : میں تو ہمیشہ پوائنٹ آف آرڈر پر چانس دیتی ہوں۔ اس میں شکریہ ادا کرنے کی کون سی بات ہے۔

جناب منظور احمد گچکی : میں نے کسی اور بات پر شکریہ ادا کیا ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اچھا جی آپ پوائنٹ آف آرڈر بتائیں۔

جناب منظور احمد گچکی : میں آپ کو رول 33 کی طرف لے جاتا ہوں اس میں واضح ہے کہ قانون سازی' صدارتی خطاب کے دوران بھی ہو سکتی ہے۔ دوسرے کام ہو سکتے ہیں۔ اس سے کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ جس طرح دوسری لیجیسلیشن بزنس ہو سکتی ہے اسی طرح وقفہ سوالات کو suspend نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں یہ کہیں بھی نہیں لکھا ہوا کہ صدارتی خطاب کے جواب کے دوران تحریک التواء اور وقفہ سوالات سسپنڈ ہوں گے۔ لیکن ہم نے یہی دیکھا ہے کہ جب سے یہ تقاریر شروع ہوئی ہیں اس سے اب تک وقفہ سوالات اور تحاریک التوا سسپنڈ کی گئی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح ادھر ایک چیز ہے کہ صدارتی خطاب کے دوران قانون سازی ہو سکتی ہے تو وہ بھی نہیں ہے کہ آپ وقفہ سوالات سسپنڈ کر دیں۔ جس طرح کہ وزیر صاحب نے کہا کہ وہ سسپنڈ کریں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : منظور گچکی صاحب۔ آپ بات سنیں۔ جس وقت آپ کی تقاریر کا ٹائم تھا اور اس کو suspend کر دیا' relax کر دیا گیا تھا اس وقت آپ سب لوگ بول رہے تھے اور کسی کو اعتراض نہیں تھا۔ میں آپ کو اس لئے یہ کہہ رہی ہوں کہ ہم باقی بزنس نہیں کریں گے صرف قانون سازی کو لائیں گے تاکہ باقی جو ممبرز رہ گئے ہیں اور بولنا چاہتے ہیں انہیں بھی یہ حق مل جائے۔ میں تو آج وائنڈ اپ کرنا چاہتی تھی۔ لیکن ممبروں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ ہم قانون سازی بھی ساتھ کریں گے لیکن سپیکرز سب بولیں۔ اس لئے میں نے آپ سے یہ درخواست کی ہے۔ اب یہ پورے ایوان کی مرضی ہو گی ایک سیشن قانون سازی کے لئے اور دوسرا تقریروں کے لئے۔

جناب منظور احمد گچکی : وہ تو میں نے آپ کو رول کا حوالہ دیا ہے کہ آپ قانون سازی کر سکتے ہیں۔ یہ تو ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : قانون سازی کی بات ٹھیک ہے۔ یہ آپ (1) 33 پڑھیں۔

جناب منظور احمد گچکی : کسی بل کو پیش کرنے کی اجازت کے لئے تحریک پیش کی جاسکے گی۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : introduce کیا جاسکتا ہے۔ تو اب یہ decide ہو گیا ہے کہ کل سے مارننگ سیشن میں لیجیسلیشن ہو گی۔ یہ سارے ایوان نے ڈیسائیڈ کر دیا ہے۔ جناب عبدالخالق خان صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب عبدالخالق خان : وقت بڑا ہے۔ اس کے لئے انہوں نے فرمایا ہے کہ تراویح کے بعد سے لے کر سحری کے وقت تک۔ ویسے بھی کوئی سوتا تونہیں ہے یہ عبادت کا مہینہ ہے اور یہ بھی کار ثواب ہے۔ تو اتنا زیادہ وقت ہے۔ ایک مناسب سیشن ہو گا چھ گھنٹے کا کم از کم۔ اس میں پھر آپ کے پاس کام کی کمی ہو گی وقت زیادہ ہو گا۔ اس پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا گیا اور حافظ صاحب کی بات بیچ میں رہ گئی۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ سارے ممبر مجھے ایشورنس دے دیں تو میں اس وقت بھی کرانے کو تیار ہوں لیکن اس وقت ہو گا کوئی نہیں۔ نہ آئے گا۔

سید اقبال حیدر : میری ایک درخواست ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اقبال حیدر صاحب آپ کی تو درخواستیں ہی درخواستیں ہیں۔

سید اقبال حیدر : آپ نے جو حکم فرمایا ہے کہ صبح کے وقت قانون سازی ہو گی شام کو ڈیبیٹ ہو گی تو اس میں ہمیں ایک گارنٹی دی جائے کہ ٹریژری بنچز یہاں پر کورم کو ensure کریں گے۔ کیونکہ انکا کام تو صبح تو نکل جائے گا اور یہ لوگ گھر چلے جائیں گے۔ اسی لئے ہم کہہ رہے تھے کہ ڈیبیٹ آپ صبح رکھیں، قانون سازی شام کو رکھیں۔ ہمیں خطرہ یہ ہے کہ یہاں پر دو چار ہوں گے اور کورم نہیں ہو گا۔ اگر مجھے چوہدری صاحب

یہ ضمانت دیتے ہیں کہ یہاں پر وہ کورم کو مینٹین کریں گے اور وزراء اتنی ہی تعداد میں آئیں گے جتنی تعداد میں صبح آئے ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب اقبال حیدر صاحب آپ کے پاس اس کی کیا ضمانت ہے کہ صبح اگر debate ہو تو treasury benches ہوں گی۔ نو پوائنٹ آف آرڈر۔ اب تشریف رکھیں۔

FURTHER DISCUSSION ON PRESIDENT'S ADDRESS

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب شہزاد گل صاحب، ذرا ٹائم کا خیال رکھیں۔

جناب شہزاد گل : محترمہ چیئرمین صاحبہ صدر مملکت کے خطاب پر آپ نے مجھے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع عطا فرمایا ہے میں اس پر آپ کا مشکور ہوں پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے صدر مملکت کے خطاب مورخہ 19 دسمبر 1991ء

اخونزادہ بہرہ ور سعید : پوائنٹ آف آرڈر۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اخونزادہ صاحب یہ پہلے فیصلہ ہو چکا ہے کہ جب تقریریں ہوں گی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوں گے۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : ایک عرضداشت پیش کر رہا ہوں کہ مجھے یاد ہے کہ میں نے چوتھے یا پانچویں نمبر پر اپنا نام دیا تھا آج دس دن ہو رہے ہیں میرا نام نہیں آرہا ہے یہ میرا کون سا دوست ہے جو مجھ پر اتنا مہربان ہے کہ ہر روز میرا نام پیچھے کر رہے ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : بہرہ ور سعید صاحب آپ کا نام آرہا ہے ذرا صبر تو کریں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : میں اس کو سمجھتا ہوں مجھے پتہ ہے کہ وہ کون ہے ان کو سمجھنا چاہئے کہ میں نے وہی تقریر کرنی ہے جو ان کے دماغ میں ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : تشریف رکھیں جی، شہزاد گل صاحب۔

جناب شہزاد گل : محترمہ چیئرمین صاحبہ صدر مملکت کا خطاب حکومت کی گزشتہ سال کی کارگزاری اور آئندہ کے لئے حکومت کی پالیسیوں اور چند ایک مفید مشوروں اور تجاویز پر مشتمل تھا اور ایک معقول، مناسب اور مفصل تقریر تھی لیکن اپوزیشن نے اس تقریر کو متنازعہ بنا کر اس روز جس ہنگامہ آرائی اور بدمزگی، بدنظمی اور ہلڑ بازی کا مظاہرہ کیا اس کی

ہے۔ یہ ایک متنازعہ مسئلہ تھا جو کئی سالوں سے پڑا چلا آ رہا تھا وزیر اعظم صاحب نے اس مسئلے کو صوبوں کے ساتھ اتفاق رائے سے حل کیا۔ یہ حکومت کا ایک بہت ہی بڑا کارنامہ ہے۔ صدر مملکت نے اس کی تعریف کی ہے۔ ہم بھی تعریف کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ پانی کی تقسیم کا مسئلہ ہم نے فراخدلی سے قبول کیا۔ ہم پر یعنی، صوبہ سرحد میں عوامی نیشنل پارٹی پر اعتراضات کئے جاتے ہیں کہ انہوں نے سرحد کے حقوق پر سودا بازی کی ہے سرحد کا پانی کا جتنا حق بنتا تھا وہ انہوں نے پورا حاصل نہیں کیا حالانکہ ہماری سوچ کے مطابق ہم نے سرحد کے حقوق کا پورا تحفظ کیا ہے لیکن اس کے بعد جب پانی کی تقسیم کا مسئلہ حل ہو گیا تو فوراً ہی یہ کالا باغ ڈیم کا مسئلہ اٹھایا گیا اب کالا باغ ڈیم کا مسئلہ جو ہے یہ باقی تینوں صوبوں سرحد، سندھ اور بلوچستان کے لئے اہم ہے، تینوں صوبوں کے عوام چلاتے ہیں کہ کالا باغ ڈیم کا مسئلہ جو ہے یہ ان کے مفاد میں نہیں ہے اور خصوصاً سرحد کے مفاد میں نہیں ہے جتنی بھی بریفنگز ابھی تک دی گئی ہیں ماہرین نے جتنی بریفنگز دی ہیں ان میں انہوں نے سرحد کے سیاسی رہنماؤں اور سرحد کے عوامی نمائندوں کو مطمئن نہیں کیا ہے کہ اس میں سرحد کا نقصان نہیں ہو گا لیکن ہم پھر بھی یہ کہنے میں حق بجانب ہیں اور وزیر اعظم صاحب کے مشکور ہیں کہ انہوں نے اب بھی کہا ہے کہ کالا باغ ڈیم کا مسئلہ تینوں صوبوں کے عوام کو ساتھ لے کر، عوام کی مرضی سے، ان کے اتفاق رائے سے حل کیا جائے گا اور اگر ضروری ہوا تو بنایا جائے گا لیکن وہ کہتے ہیں کہ

من چی می گوئم اور تنبوہ من چہ می سراید

وزیر اعظم صاحب تو ایک بات کہتے ہیں لیکن وزراء صاحبان، چند ایک وزراء کہتے ہیں کہ نہیں ہم بنائیں گے اور صوبوں کے درمیان وہ محاذ آرائی پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو بہت افسوسناک ہے حکومت کی پالیسی کے خلاف ہے دوسری بات یہ ہے کہ اگر کالا باغ ڈیم سے بجلی پیدا کرنی مقصود ہو تو یہ اس میں واضح ہے کہ کالا باغ ڈیم سے بجلی نہیں بنے گی۔ بہت تھوڑی سی بجلی بنے گی اور بنیادی طور پر یہ آبپاشی کا منصوبہ ہے اسکے مقابلے میں بھاشا کے مقام پر بہت کم لاگت سے بہت زیادہ بجلی پیدا کی جا سکتی ہے اس سے صوبوں کے درمیان کوئی تنازعہ بھی نہیں ہو گا اور ملک میں جو انرجی کا کرائسز ہے وہ بھی نہیں ہو گا۔ اسکے علاوہ

مثال پارلیمانی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی ملک کے باشعور اور سنجیدہ طبقوں نے بالخصوص حزب اختلاف کے اس کردار کی مذمت کی ہے اور اسے ایک اچھا اقدام قرار نہیں دیا محترمہ اس کے برعکس اس روز صدر مملکت نے جس صبروتحمل اور برداشت کا مظاہرہ کیا ہے وہ ان کی اعلیٰ ظرفی کا مظہر تھا اور کسی طریقے سے بھی حزب اختلاف کے رویہ سے انہوں نے اپنے آپ میں اشتعال پیدا نہیں کیا۔ جمہوریت اکثریت کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کو کہتے ہیں اور اپنی مرضی سے مطابقت نہ رکھنے والے فیصلوں سے انکار ہرگز جمہوریت نہیں کہلاتی۔ اکثریت کے فیصلوں سے انکار اور دوسروں کے حق میں اکثریت سے پڑنے والے ووٹوں سے انکار کے نتیجے میں یہ ملک دو ٹکڑے ہوا اور اسی طرح اکثریت کے حق میں پڑنے والے ووٹوں اور عوامی تحریک' عوام کی تحریک سے انکار کے نتیجے میں اس ملک میں طویل ترین مارشل لاء نافذ ہوا۔ محترمہ اپنے حق میں پڑنے والے ووٹوں کو صحیح اور دوسروں کے حق میں پڑنے والے ووٹوں کو بوگس قرار دے کر یہ ہرگز جمہوریت کی راہ پر گامزن نہیں ہوتے۔ اسمبلیوں کو بوگس کہنے والے آخر کس منہ سے آکر ان اسمبلیوں میں بیٹھتے ہیں یہ ہرگز جمہوریت کی تقویت کے لئے نہیں ہے بلکہ اس کی جتنی مذمت کی جائے تو یہ بجا ہوگی۔

صدر مملکت کو اس وقت کی اسمبلی' آج کل جو لوگ حزب اختلاف میں بیٹھے ہیں انہوں نے ہی منتخب کیا تھا اور آئی جے آئی نے نوابزادہ نصراللہ خان کو ووٹ دیئے تھے حزب اختلاف نے اس وقت کچھ سیاسی فوائد حاصل کرنے کے لئے صدر مملکت کو منتخب کیا تھا کیوں کہ 1988ء کی اسمبلی میں کسی بھی پارٹی کو واضح اکثریت حاصل نہیں تھی۔ اور جس پارٹی کو بھی حکومت بنانے کی دعوت دی جاتی تو وہ بعض آزاد ارکان' بعض موقع پرست لوگوں کو ساتھ شامل کر کے حکومت بنا سکتی تھی اس لئے صدر مملکت نے موجودہ حزب اختلاف کی لیڈر صاحبہ کو حکومت بنانے کی دعوت دی انہوں نے حکومت بنائی اور اس کے نتیجے میں انہوں نے صدر مملکت کو منتخب کیا اب یہی صدر مملکت ہیں کہ کل جنہیں چچا کے لقب سے پکارا جاتا تھا اور آج اسی صدر مملکت کو گالی گلوچ سے مخاطب کیا جاتا ہے بہت افسوس کی بات ہے جتنا افسوس کیا جائے ان کے کردار پر' ان کے عمل پر یہ بہت کم ہوگا۔

محترمہ صدر مملکت نے حکومت کی کارکردگی کے سلسلے میں اپنے خطاب میں جن چند ایک باتوں کا ذکر کیا ان میں ایک دریائے سندھ کے پانی کی تقسیم سے متعلق واٹر ایکارڈ

سرحد میں سمال ڈیمز بنا کر بجلی کی پیداوار بڑھائی جا سکتی ہے۔ سرحد میں دریائے سوات پر، دریائے پنجکوڑا پر چار ہزار میگاواٹ بجلی سمال ڈیمز بنا کر پیدا کی جا سکتی ہے لیکن ان منصوبوں کو پس پشت ڈال کر اس منصوبے کو سامنے لا کر صوبوں کے درمیان محاذ آرائی پیدا کی جا رہی ہے یہ ملک کے مفاد میں نہیں ہے ملک کے سامنے کئی اور مسائل بھی ہیں اس لئے اس مسئلے کو فی الحال ٹال دیا جانا چاہئے اور جب تک تینوں صوبوں کو مطمئن نہیں کیا جاتا اس ڈیم پر کام جاری نہیں کرنا چاہئے۔

اس کے علاوہ موجودہ حکومت نے مشترکہ مفادات کی کونسل اور مالیاتی کمیشن کا اجلاس بلا کر صوبوں کے درمیان رقوم کی تقسیم کا فارمولا طے کیا یہ بھی صدر مملکت کا اچھا اقدام ہے کیونکہ جب سے 73ء کا آئین بنا ہے قومی مالیاتی کمیشن اور مشترکہ مفادات کونسل کا کوئی اجلاس نہیں ہوا۔ صدر مملکت نے اپنے خطاب میں اس کی بھی تعریف کی ہے ہم بھی کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے لیکن اس کے ساتھ ان اچھے اقدامات کو بیوروکریسی یا اس کے جو ادارے ہیں وہ ناکام بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سرحد کو بجلی کی رائیلٹی میں چھ ارب روپے دینے ہیں لیکن سرحد کو یہ رقم ابھی تک نہیں ملی اور اب تو وفاقی حکومت واپڈا پر اور واپڈا وفاقی حکومت پر ذمہ داری ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اس مسئلے کو ٹالتے رہے ہیں تاکہ سرحد کو اپنا جو جائز حق ہے وہ نہ ملے۔ ہم نے فراخدلی سے کام لیتے ہوئے بجلی کی رائیلٹی قبول کی ورنہ ہمارا حق جو ہے وہ بجلی کی قیمت ہے ہم بجلی کی قیمت چاہتے ہیں کیونکہ بجلی وہاں پر پیدا ہوتی ہے اور وہیں سے آتی ہے تربیلا ہے وارسک ہے درگئی ہے جبن ہے کرم گڑھی ہے۔ بجلی سرحد بہت کم لاگت سے پیدا کرتا ہے تو ہم بجلی کی قیمت چاہتے ہیں لیکن فی الحال اس خیر سگالی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہم نے بجلی کی رائیلٹی قبول کی ہے ورنہ ہمارا جھگڑا جو ہے وہ بجلی کی قیمت کے لئے ہے اس کے ساتھ ایک دوسرا مسئلہ ہے جو بجلی کے ساتھ فیول سرچارجز کا ہے۔ سرحد میں بجلی پانی سے بنائی جاتی ہے۔ ہائیڈل بجلی ہے اس پر بہت معمولی لاگت آتی ہے لیکن اس بجلی کو پول بنا کر............

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین</u> : جناب جام صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

<u>جام محمد یوسف</u> : واپڈا سرحد والوں کو تربیلا کی رائیلٹی دے رہا ہے اور وہ باقاعدگی سے قسط وار دے رہا ہے اور جو ایوارڈ ہوا اس کی کوئی پامالی ہم نہیں کر رہے ہیں۔

جناب شہزاد گل : چھ ارب دینے ہیں اور ابھی تک دو ارب دیئے ہیں باقی نہیں دیئے ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ نے پہلے کہا تھا کہ کچھ بھی نہیں دیا۔

جناب شہزاد گل : مطلب تو کچھ بھی نہیں ہوا نا۔ بجٹ میں کہا کہ چھ ارب دیں گے اور ابھی تک نہیں دیئے ہیں تو کچھ بھی نہیں ہوا نا۔ تو میں فیول سرچارج کی بات کر رہا تھا۔ پنجاب میں ملتان میں کراچی میں بجلی فیول سے بنتی ہے اور اس پر کافی خرچ ہوتا ہے تو اب پول بنا کر سرحد میں بھی فیول سرچارج نافذ ہے اور ہمارے لوگ چلا رہے ہیں ہم سے کیوں فیول سرچارج لیا جارہا ہے۔ ہماری بجلی تو پانی سے بنتی ہے تو ہم فیول سرچارج کیوں نافذ کیا گیا لہٰذا ہم فیول سرچارج کسی صورت میں ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں اور تجویز کرتے ہیں کہ حکومت اس فیول سرچارج کو کم از کم ان صوبوں میں جہاں پر بجلی پانی سے بنتی ہو' ہائیڈل بجلی ہو وہاں پر فیول سرچارج لاگو نہ کرے اب اور باتوں کی طرف آؤں گا یہ بھی ایک اچھا اقدام ہے کہ وزیراعظم صاحب نے اپنے آپ کو احتساب کے لئے پیش کیا ہے یہ اچھا اقدام ہے لیکن جس طرح میرے محترم ساتھی عبدالخالق خان نے بھی تجویز پیش کی تھی۔ صرف وزیراعظم کے احتساب سے کام نہیں چلے گا چاہئے کہ حزب اختلاف کا بھی احتساب ہو اور وزراء صاحبان کا بھی احتساب ہو ممبران کا بھی احتساب ہو اور جب وہ حکومت میں ہوں تو بھی احتساب ہو اور اگر وہ ممبر نہ ہوں اور حکومت میں نہ ہوں تو بھی ان کا احتساب ہو اور یہ ایک مسلسل عمل ہو تب جو بدعنوانیوں کی شکایات ہوتی ہیں' رشوت کی پروپیگنڈے ہوتے ہیں تو یہ سارے مسائل حل ہو سکیں گے جب احتساب کا عمل جاری ہو اور ایک غیر جانبدار ایجنسی کی معرفت وہ احتساب ہوتا ہے۔ اب ہمارے سامنے ایک اہم مسئلہ افغانستان کا ہے۔ افغانستان میں 1978ء میں انقلاب آیا افغانستان کا جو انقلاب تھا وہ کیمونسٹ انقلاب نہیں تھا نہ وہ سوشلسٹ انقلاب تھا وہ ایک خالص............

حافظ حسین احمد : وزراء جارہے ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : ابھی کافی بیٹھے ہیں۔

حافظ حسین احمد : کہاں بیٹھے ہیں۔ 5 دانے نکل گئے ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : پانچ بیٹھے ہیں۔ حافظ حسین احمد صاحب پانچ بیٹھے ہیں ہاں

تین پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آٹھ ابھی بھی ہیں۔ جناب شہزاد گل صاحب۔

جناب شہزاد گل : افغانستان کا انقلاب جو تھا یہ خالصتاً ایک قوم پرستی کا انقلاب تھا نیشنلسٹ انقلاب تھا یہ کیمونسٹ انقلاب نہیں تھا۔ انقلاب آیا وہاں پر نور محمد ترکئی نے اقتدار سنبھالا............

اخونزادہ بہرہ ور سعید : اس کو پھر دوہرایئے۔

جناب شہزاد گل : نیشنلسٹ انقلاب تھا۔ کیمونسٹ انقلاب نہیں تھا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : No cross talk please چیئر کو ایڈریس کریں۔

جناب شہزاد گل : جب ترکئی حکمران تھا اس کے بعد حفیظ اللہ امین حکمران تھا ان دونوں کے دور میں مہاجر جو تھے وہ افغانستان سے نہیں آئے تھے لیکن اس انقلاب کو ناکام بنانے کے لئے امریکہ کے ایماء پر اور سعودی عرب کے ایماء پر پاکستان کی جانب سے ایسی کوششیں شروع ہوئیں کہ افغانستان میں انقلاب جو ہے وہ ناکام کر دیا جائے تو اس وقت کی افغانستان کی حکومت نے روس کے ساتھ بائی لیٹرل معاہدے کے تحت اس سے درخواست کی کہ وہ انقلاب کے تحفظ کے لئے روس اپنی فوجیں بھیجے............

اخونزادہ بہرہ ور سعید : کوئسچن کوئسچن

جناب شہزاد گل : یہ ایک حقیقت ہے آپ کوئسچن کریں حقیقت جو ہے وہ حقیقت ہے۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب قاضی حسین احمد صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

قاضی حسین احمد : میڈم صاحبہ ان کا اپنا وزیر جو اعظم ہوتی صاحب ہے یہ کہتے ہیں کہ یہ انقلاب کی باتوں سے باز آ جائیں بس چھوڑ دیں۔ وہ سلسلہ ختم ہو گیا وہ خود ان کو نصیحت کر رہے ہیں۔ آپ ابھی تک اس کی دم پکڑے ہوئے ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جناب اعظم خان ہوتی صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

(مداخلت)

جناب محمد اعظم خان ہوتی : پوائنٹ آف آرڈر'

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : پوائنٹ آف آرڈر ' اعظم خان ہوتی صاحب '

جناب محمد اعظم خان ہوتی : پوائنٹ آف پرسنل ایکسپلینیشن '

میڈم ڈپٹی چیئرمین : پوائنٹ آف پرسنل ایکسپلینیشن '

جناب محمد اعظم خان ہوتی : محترمہ ' قاضی صاحب میرے بزرگ ہیں۔

حاجی جام کرار الدین : جناب والا ' ....

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جب ایک معزز رکن بول رہے ہوں تو پھر آپ نہیں بول سکتے ' دوسرا یہ کہ آپ اپنی سیٹ پر بھی نہیں ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

جام کرار الدین : آپ میری گزارش تو سنئے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جی ' آپ وہاں سے نہیں بول سکتے ' آپ اپنی سیٹ پر تشریف لائیے۔

(مداخلت)

جناب محمد اعظم خان ہوتی : محترمہ قاضی صاحب میرے بزرگ ہیں ' میں نے قطعاً یہ نہیں کہا میں نے صرف اتنا کہا اور قاضی صاحب سے کہا کہ اب افغانستان کا مسئلہ افغانوں پر رہنے دیں اور اس کا کوئی حل نکل آئے۔ اس پر اب کیا اختلاف ہو سکتا ہے۔ میں نے صرف اتنی بات کی ہے۔

جناب شہزاد گل : محترمہ ' میری یہ گزارش تھی............

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شہزاد گل صاحب ' اب آپ مداخلت کم کر دیں کیونکہ اب آپ کے وزیر صاحب کا بیان آگیا ہے۔

جناب شہزاد گل : محترمہ میں کب مداخلت کر رہا ہوں لیکن میری گزارش ہے کہ افغانستان میں............

(مداخلت)

جناب شہزاد گل : افغانستان میں روسی فوجیں اس وقت کی افغان حکومت کی درخواست پر آئی تھیں اور ان کے متعلق یہ طے تھا کہ جب بھی حالات معمول پر آجائیں گے............

Madam Deputy Chairman: Order in the House please.

جناب شہزاد گل : اور جب بھی حالات معمول پر آ جائیں اور جب بھی افغان حکومت روسیوں کو کہے کہ اب آپ واپس چلے جائیں تو روسی افواج واپس چلی جائیں گی اور یہی ہوا کہ جب جنیوا معاہدے پر دستخط ہو گئے تو اس کے تحت ایک تاریخ' 15 فروری مقرر کر دی گئی' کہ اس تاریخ تک روسی افواج واپس چلی جائیں گی اور پھر روسی افواج اسی دن سے واپس چلی گئیں۔ اب جب روسی افواج واپس چلی گئیں۔ افغانستان میں ان کی اپنی ایک حکومت ہے جس کے سربراہ نجیب اللہ ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی یہاں پاکستان میں جو افغان لیڈر ہیں جنہوں نے مختلف جماعتیں بنائی ہوئی ہیں' یہاں پر ایک شوریٰ قائم کی ہوئی ہے' جس میں مجاہدین کے مختلف گروپ ہیں وہ اب بھی افغانستان کے اندر مداخلت کر رہے ہیں۔ یہ مداخلت وہ یہاں کی بعض سیاسی پارٹیوں کی ایماپر کر رہے ہیں' سعودی عرب کے ایماپر' امریکہ کے ایماپر' مداخلت کر رہے ہیں۔ افغانستان میں روسی فوجوں کے واپس چلے جانے کے بعد بھی خون خرابہ جاری ہے۔ اب صورت یہ ہے کہ جب تک روسی افواج وہاں تھیں' تو یہ کہتے تھے کہ وہاں پر ہم جہاد کر رہے ہیں کافروں کے خلاف جہاد ہے' روس کے خلاف جہاد ہے۔ اب جب کہ روسی افواج وہاں سے چلی گئی ہیں تو اب یہ جہاد کہاں کا جہاد ہے' کیا یہ جہاد اب افغان بھائیوں کے خلاف جہاد ہے۔ اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے خلاف جہاد ہے۔ جناب یہ تو جہاد نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک فساد ہے جو انہوں نے برپا رکھا ہوا ہے۔

محترمہ اب یہ حیرانگی کی بات ہے............

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شہزاد گل صاحب' ذرا ٹائم کا بھی خیال رکھیں۔

جناب شہزاد گل : میں کوشش کر رہا ہوں کہ جلدی اپنی تقریر ختم کر دوں لیکن دو تین اہم مسئلے ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : اہم مسئلے تو سارے ہی ہوتے ہیں۔ اس طرح آپ ممبران کی تقاریر مکمل نہیں ہو سکیں گیں۔ اس لئے آپ مہربانی کر کے ذرا جلدی سے conclude کر لیں۔

جناب شہزاد گل : محترمہ' جب بیچ میں کوئی بات آ جاتی ہے تو پھر تسلسل ٹوٹ جاتا ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ ذرا لمبا تسلسل لے لیتے ہیں' اس لئے آپ ذرا شارٹ تسلسل لیا کریں۔

جناب شہزاد گل : میں بات کر رہا تھا کہ جو کچھ آج کل افغانستان میں ہو رہا ہے' اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے جس کی وجہ سے اب یہ جنگ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ وہاں پر بھی مسلمان ہیں۔ کیا نجیب مسلمان نہیں ہے۔ وہاں پر جو افغان بستے ہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہیں اگر وہ مسلمان نہیں ہیں تو پھر ان کے خلاف یہ جنگ جاری رکھتے ہیں تو یہ ایک الگ بات ہے اگر وہ مسلمان ہیں تو پھر ان کے خلاف جنگ جاری رکھنا جو ہے کیا معنی رکھتا ہے۔

محترمہ بات یہ ہے کہ اسلام کا دعویٰ کرنے والے جو ہیں' اسلام کے نام پر کام کرنے والے جو ہیں' وہ یہ کام کر رہے ہیں۔ اب محترمہ اسلام کا مذہب جو ہے یہ تو سلامتی کا مذہب ہے امن کا مذہب ہے۔ جو اسلام کے دعویدار ہیں وہ جن لوگوں کو افغانستان میں مار رہے ہیں' وہ بھی مسلمان ہیں وہ بھی افغان ہیں۔ محترمہ آپ دیکھیں کہ روس میں جتنی ریاستیں تھیں' ان میں آپ دیکھیں کہ چھ ریاستیں مسلمان ہیں۔ کل وہاں کی ریاست۔ قازقستان کا صدر نور سلطان نذر بایوف یہاں آیا ہوا تھا۔ اس سے تو ہم گلے مل رہے ہیں' اس کا استقبال کر رہے ہیں اور کچھ دن پہلے یہی نور سلطان جو تھا یہ کافر تھا جب یہ روس کی حکومت میں شامل تھا۔ آج تو آپ اس کے ساتھ بیٹھتے ہیں ان کا استقبال کرتے ہیں اور نجیب کی حکومت جو افغانستان کی حکومت ہے' اس سے بات نہیں کرتے ہیں' اس لئے بات یہ ہے کہ افغانستان تو مسلمان ملک ہے لیکن روس میں جو آزاد اسلامی مملکتیں قائم ہوئی ہیں یہ اسلام کے نام پر ہی قائم نہیں ہوئی ہیں۔ یہ تو قومیت کے نام پر قائم ہوئی ہیں' قوم پرستی کی بنیاد پر بنی ہیں۔ جتنی بھی حکومتیں وہاں پر بنی ہیں' وہ قوم پرستی کے نام پر بنی ہیں اس طرح جو اسلامی ریاستیں ہیں وہ بھی قوم پرستی کی بنیاد پر بنی ہیں۔ اس میں کوئی ازبک ہے کوئی تاجک ہے' کوئی دوسری قوم ہے' یہ سب اسی طرح قائم ہوئی ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ حکومتیں وہاں اسلام کے نام پر بنی ہیں۔ اور میں عرض کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ تعلقات کا' تجارت کا واحد راستہ' رابطوں کا راستہ صرف افغانستان ہے تو جب تک افغانستان میں قوم پرست حکومت نہ قائم ہو' اس وقت وسطی

ایشیا کی ان آزاد مملکتوں کے ساتھ مضبوط اور مستحکم روابط ہر گز قائم نہیں ہو سکتے۔

محترمہ' آج کل وہاں امن کے لئے یونائیٹڈ نیشنز نے ایک فارمولا پیش کیا ہے اسے سب نے قبول کیا ہے لیکن یہاں پر جو چھ افغان لیڈر ہیں' اور ان کی پشت پر یہاں پر جو چند سیاسی پارٹیاں ہیں' وہ اس فارمولے کو قبول نہیں کر رہی ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شہزاد گل صاحب' آپ اسے repeat نہ کریں نا' آپ پہلے اس پر کافی لمبی بات کر چکے ہیں۔ اس لئے آپ کنکلوڈ کرنے کی کوشش کریں۔ اس طرح تو ہمیں ٹائم limit کرنا پڑے گا۔

جناب شہزاد گل : تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ یونائیٹڈ نیشنز نے افغانستان میں جو فارمولا امن قائم کرنے کے لئے تیار کیا ہے اور لوئی جرگہ بلانے کی جو تجاویز پیش کی ہیں' ہم ان تجاویز کی حمایت کرتے ہیں اس لئے جتنے بھی وہاں فنڈامینٹلسٹ گروپ ہیں ان کو بھی چاہیئے کہ وہ بھی ان تجاویز کو قبول کریں۔ لوئی جرگہ کے فیصلہ کو قبول کیا جائے۔ اب یہ افغان عوام پر منحصر ہے کہ وہ اپنے لئے کیسی حکومت چاہتے ہیں۔ وہ اپنے اوپر حکومت کرنے کی باگ دوڑ کس کو دینا چاہتے ہیں ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ ہم باہر سے ان پر ان کی مرضی کے خلاف حکومت قائم کریں' باہر سے دوسرے نظریہ کی حکومت ان پر مسلط کریں۔ اس لئے ہم یونائیٹڈ نیشنز کی جو تجاویز ہیں ان کی حمایت کرتے ہیں۔

محترمہ' دوسرا مسئلہ جو ہے وہ کشمیر کا ہے' اس کا ایک فیصلہ ہوا ہے یعنی یہاں کے ایک منتخب حکمران نے شملہ سمجھوتہ پر دستخط کئے ہیں اور شملہ سمجھوتہ جو ہے یہ اب تک قائم ہے' تو میں عرض کرتا ہوں کہ کشمیر کا مسئلہ جو ہے یہ شملہ سمجھوتہ کے مطابق حل کیا جانا چاہیئے۔ اس لئے وہاں پر جو مداخلت ہے یہ کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے۔ بات چیت کے ذریعہ اس مسئلہ کا حل نکالنا چاہیئے۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : کوئسچن

جناب شہزاد گل : اس کے ساتھ جو ایک دوسرا متعلقہ مسئلہ ہے اس پر ابھی تک اس ہاؤس میں جتنی بھی تقاریر ہوئی ہیں بات نہیں ہوئی ہے اور وہ ہے شمالی علاقہ جات کا مسئلہ' ناردرن ایریاز جو ہیں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : پوائنٹ آف آرڈر۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : بہرہ ور سعید صاحب'

اخونزادہ بہرہ ور سعید : محترمہ' کون مداخلت کر رہا ہے' کب حکومت نے مداخلت کی ہے یہ تو غلط بیانی ہے' خواہ مخواہ گورنمنٹ کو انوالو کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کشمیر کے مسئلہ پر کب مداخلت کی ہے۔

وہ میں بات کر رہا ہوں پھر آپ اس کا جواب دے دیں۔

حافظ حسین احمد : وزارت امور کشمیر۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ بیٹھ جائیں جی۔ جناب شہزاد گل صاحب۔

جناب شہزاد گل : یہ ہے شمالی علاقہ جات کا مسئلہ' تو یہ شمالی علاقہ جات جو ہیں محترمہ چیئرمین صاحبہ ! انہوں نے اپنے دور پر ڈوگرہ راج سے آزادی حاصل کی۔ لیکن آج تک ان کو کوئی status نہیں دیا گیا ہے۔ یہاں سے ایک وزیر مقرر ہیں وہاں جاتے ہیں کونسل یہیں سے نامزد کرتے ہیں پتہ نہیں کہ کیا کرتے ہیں یہیں سے لوگ' یہیں سے عدلیہ اور انتظامیہ جاتی ہے وہاں پر تعلیم یافتہ لوگ ہیں وہاں پر ان کے مسائل ہیں ان کے حل کے لئے کوئی کوشش نہیں کی جا رہی۔ تو وہاں سے delegation آیا ہے اور یہ میرے ساتھی دوست بہرہ ور سعید اس کمیٹی کے چیئرمین ہیں تو یہ وفد ان کے پاس بھی آیا تھا اور اپنی شکایات پیش کی تھیں لیکن انہوں نے بھی ان کے مسائل کی طرف پوری سنجیدگی سے توجہ نہیں دی ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ اگر وہ کشمیر کا حصہ ہیں تو ہم تسلیم کرتے ہیں کشمیر کا حصہ ہیں تو پھر جس طرح آزاد کشمیر کو انہوں نے status دیا ہے اسی طرح شمالی علاقہ جات کو بھی وہی status دیا جائے۔ اگر حکومت کشمیر کا حصہ تسلیم نہیں کرتی' گو وہ کشمیر کا حصہ نہیں ہے تو پھر ان کو آزادی دی جائے کوئی صوبائی حیثیت دی جائے ان کے لئے بھی کوئی اس طرح کا انتظام کیا جائے تاکہ ان کی مشکلات اور مسائل حل ہو سکیں۔

اب ایک تیسرا مسئلہ جو ہے اور وہ یہ ہے کہ آج کل امریکہ کے ساتھ تعلقات خراب ہیں۔ کیوں خراب ہیں ؟ کیونکہ ہم ایٹم بم بنا رہے ہیں اب یہ مسئلہ جو ایٹم بم یا اسلامی بم بنانے کا ہے اس کا چرچا اب ایسا چل پڑا ہے کہ اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے ہم کہتے ہیں

کہ ہم نہیں بناتے لیکن پوری دنیا نہیں مانتی۔ تو مطلب یہ ہے کہ یا تو ہم اپنی بات میں سنجیدہ نہیں ہیں یا پھر دل میں اور، اور منہ میں دوسری بات ہے دنیا میں آج کل ایٹم بم dispose off، ختم کئے جا رہے ہیں روس اور امریکہ میں سمجھوتہ ہوا اور وہ ایٹم بم ختم کر رہے ہیں جو باقی ہیں وہ بھی ختم کئے جا رہے ہیں۔ روس کے پاس ہزاروں تھے لیکن روس کو وہ نہیں بچا سکے۔ امریکہ کے پاس ہزاروں ایٹم بم تھے مگر وہ ویت نام میں شکست سے نہ بچ سکا۔ اسی امریکہ کے پاس ایٹم بم تھے لیکن ایران کے خلاف استعمال نہ ہو سکے، عراق میں استعمال نہ ہو سکے۔ تو یہ ہے کہ ایٹم بم بذات خود کسی کو تحفظ نہیں دے سکتا یہ تو اپنی افرادی قوت اور سٹریٹجی ہے جو تحفظ دلا سکتی ہے۔ اس لئے حکومت کو اپنی ایٹمی پالیسی پر نظر ثانی کرنی چاہئے اور اس ایٹم بم کو ختم کیا جانا چاہئے۔

ایک بات اور ہے کہ صدر مملکت نے پارلیمینٹ کی کارگزاری کی تعریف کی ہے ہم اس کے مشکور ہیں۔ ہماری سینٹ نے بلا تاخیر قانون سازی کی ہے اور اب اس بحث کے دوران بھی تین دن مخصوص کئے ہیں۔ صدر صاحب نے اس کا نوٹس لیا ہے ہم ان کے مشکور ہیں لیکن بل پاس کرانے سے مسئلے حل نہیں ہوتے۔ شریعت بل جو ہے وہ پاس تو ہوا لیکن کیا اس کے پاس ہونے سے اسلام آتا ہے کبھی بھی نہیں۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم نے اپنے دور میں اسلامی معاشرے کے بارے میں بہت سے قوانین بنائے تھے حدود اور زکوٰۃ آرڈیننس نافذ کیا نظام صلوٰۃ نافذ کیا، کیا اس سے یہاں پر لوگوں نے اسلام کے مطابق زندگی گزارنی شروع کی؟ ہرگز نہیں۔ اسی لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ شریعت کی جانب ہمیں اقدام کرنے چاہئیں تو یہ ہے کہ قانون تو پاس ہوا لیکن اس کے تقاضے پورے نہیں ہوئے۔ نظام تعلیم کے متعلق ذکر تھا اب نظام تعلیم کے لئے ایک کمیشن بنایا گیا لیکن یہ سب کو معلوم ہے کہ جس مسئلے کو سرد خانے میں ڈالنا ہو اس کے لئے کمیشن کا تقرر کر دیا جاتا ہے۔ اور پھر وہ مسئلہ سالوں پڑا رہتا ہے اور اس میں کوئی پیشرفت نہیں ہوتی۔ اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ تعلیم بالخصوص مادری زبان میں ہو اور اس ضمن میں میرے د ت مندوخیل صاحب نے اس طرف توجہ مبذول کرائی تھی کہ جو آئندہ تعلیمی پالیسی مرتب ہو اس میں لوگوں کی لوکل اور مادری زبان کا خیال رکھا جائے اور تعلیم مادری زبان میں ہو۔ مزید یہ کہ ہماری پشتو کی ترویج اور ترقی کے لئے بھی کافی کام ہو اور اسی طرح پشتو ثقافت کو برباد کرنے کے لئے فلم انڈسٹری

نے جو اقدام شروع کئے ہیں اس کے تدارک کے لئے اقدامات کئے جائیں۔

اس کے ساتھ حکومت کی قانون سازی کی پالیسی ہے ایک قانون بناتے ہیں اور پھر اس کی تشہیر کرتے ہیں اور چند دن بعد اس پر کوئی پیشرفت نہیں ہوتی۔ غیر قانونی اسلحہ کا قانون پاس ہوا۔ تو آج تک کسی نے کوئی غیر قانونی اسلحہ جمع کیا ہے ؟ کسی نے نہیں کیا۔ کتنی تشہیر کی گئی ہے ؟ اسی طرح خوردنی اشیاء میں ملاوٹ کا قانون پاس ہوا پھر اپنے پاس کردہ قانون پر عملدرآمد کیوں روکا گیا ؟ کیونکہ اس نے سیاسی فائدہ حاصل کرنا تھا پنجاب میں بلدیاتی الیکشن تھے۔ اس پر عملدرآمد کیوں روک دیا گیا۔ اور سیاسی فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔ عام طور پر یہ بلیک مارکیٹنز ناجائز ذخیرہ اندوز وغیرہ حکومت کی سرپرستی میں یہ کالا دھندہ چلاتے ہیں تو ان سے سیاسی فائدہ حاصل کرنے کے لئے بلدیاتی الیکشن کے ضمن میں قانون پر عملدرآمد روک دیا گیا۔ اسی طرح جتنے بھی قوانین پاس ہوئے ان سے ابھی تک کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا ہے۔ تو میری یہ گزارش ہے کہ صدر مملکت کے خطاب پر ہم ان کے مشکور ہیں اور وہ قابل تعریف ہے اور جو موشن پیش ہوئی ہے اس کی حمایت کرتے ہیں۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ جی۔ جناب مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

مولانا عبدالستار خان نیازی : جناب شہزاد گل صاحب ابھی جو تقریر میں فرمارہے تھے کہ کمیشن بنایا گیا ہے کام کو ملتوی کرنے کے لئے ' خود ایکٹ کے اندر اس کے لئے باقاعدہ معیاد مقرر ہے اور وہاں اسلامی معیشت اور تعلیم کے لئے ایکٹ خود مطالبہ کرتا ہے کہ کمیشن مقرر کیا جائے۔ باقی کمیشن کی date مقرر ہے اور اس تاریخ کے اندر اندر وہ رپورٹ بھی پیش کر دیں گے۔ باقی آپ کا فرمانا شریعت کا نفاذ ' شریعت ایک نعمت ہے It is not the gun but men behind the gun who are counted. شریعت کے اندر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع باعث برکت ہے ' [illegible] ہے۔ اور عرض یہ ہے کہ جو نہیں چلتا تو ڈنڈے سے تو یہ نہیں چلایا جاسکتا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے انسان خود ہی محبت کرے اور یہی شریعت جو ہے اگر یزید کے ہاتھ میں آجائے تو مصیبت بن جاتی ہے۔ عمر بن عبدالعزیز کے ہاتھ میں آجائے تو رحمت بن جاتی ہے۔ اس لئے آپ

سب حضرات تعاون کریں گے تو بات بنے گی بجافرمایا آپ نے، کہ ہم اس کے لئے کوشش کریں گے تو نظام آئے گا۔ نظام کے اصول مرتب ہو چکے ہیں بیت المال کا مطالبہ بھی آچکا ہے تین کمیٹیاں حکومت نے بنائی ہیں ایک اتحاد بین المسلمین کے لئے، کیونکہ اگر اتحاد بین المسلمین نہ ہو تو پھر تباہی ہے۔

(مداخلت)

مولانا عبدالستار خان نیازی : تین کمیٹیاں اس کے لئے بنی ہیں ایک فلاحی اسلامی مملکت کے نظام کے لئے ہے ان میں ایک نفاذ شریعت کے لئے ہے۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : نیازی صاحب تشریف رکھیں تشریف رکھیں۔ شہزاد گل صاحب سید عبداللہ شاہ صاحب آپ سب تشریف رکھیں۔

جناب شہزاد گل : محترمہ صرف ایک گزارش کرتا ہوں کہ بیت المال کا انہوں نے ذکر کیا اگر اس سے آپ کسی کو سو روپیہ دے دیں تو غربت ختم نہیں ہو جاتی۔ اس قوم کو خیراتی مت بناؤ اس کو بھیک مانگنے والی مت بناؤ اس کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے دو

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شہزاد گل صاحب۔ بس تشریف رکھئے تشریف رکھئے۔ پیر سید برکات شاہ صاحب۔

سید برکات احمد شاہ : محترمہ ! میں صدر مملکت کے خطاب پر بہت کم وقت لوں گا کیونکہ مجھے اس کا احساس ہے کہ ابھی بہت سے حضرات باقی ہیں جنہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کرنا ہے مختصراً اس پر میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ صدر پاکستان کا خطاب ایک متوازن اور balanced خطاب تھا جس کی توقع ایک پختہ ذہن سے کی جا سکتی ہے۔ اس خطاب میں متعدد مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے اور جس میں سے چند ایک مسائل پر میں اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہوں گا تاکہ اس میں کوئی duplication نہ آئے۔ سب سے پہلے محترمہ، میں شریعت بل کے متعلق چند الفاظ کہنا چاہوں گا اور اگر آپ اجازت دیں تو اس میں سے صدر کے خطاب کے اقتباسات سے مختصراً پڑھوں گا۔

صدر محترم نے فرمایا ہے کہ ان دنوں شریعت بل سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ اس بل کے تحت معاشی اور تعلیمی نظام کو اسلامی ڈھانچے میں ڈھالنے کے لئے کئی ایک کمیٹیوں کا قیام عمل میں آیا ہے جس کے متعلق ابھی مولانا عبدالستار خان نیازی نے بھی ذکر کیا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کمیٹیاں جو مولانا کے انڈر کام کر رہی ہیں میں خود بھی چند ایک کا ممبر ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کام کی رفتار بھی تسلی بخش ہے اور انشاء اللہ آپ کی قیادت میں، مولانا کی قیادت میں، وزارت مذہبی امور ان بہت سی مشکلات، جن کا تعلق اسلامی نظام سے ہے، کا حل پیش کر سکے گی۔

صرف ایک مسئلہ جو سب سے زیادہ اہم بھی ہے اور کھٹکتا بھی ہے وہ سود کا ہے۔ آپ کو علم ہے کہ 73ء کے آئین میں یہ درج ہے کہ دس سال کے اندر اندر جتنے بھی قوانین ہیں وہ اسلامی سانچے میں ڈھالے جائیں گے۔ دس سال 83ء میں ہو گئے ہیں۔ اس بات کو مزید نو سال ہو رہے ہیں۔ لیکن ابھی تک ان قوانین کے متعلق سنجیدگی سے ایسی کوئی کوشش نہیں کی گئی کہ انہیں اسلامی نظام کے مطابق ڈھالا جائے۔

اس وقت بھی سود کے متعلق جو کچھ ہو رہا ہے وہ میں سمجھتا ہوں کہ نہایت ہی غیر تسلی بخش ہے اور وہ موجودہ حکومت کو کسی وقت سخت مشکل میں ڈال دے گا۔ ابھی جو شریعت کورٹ کا فیصلہ ہے۔ جون کے بعد سود کا نظام اس ملک میں قائم نہیں رہ سکتا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اس کے متعلق ابھی سے یا جس وقت یہ فیصلہ ہوا تھا اس وقت سے یہ کام شروع کیا جاتا اور ایسے حالات پیدا کئے جاتے جس میں سود کا نظام ختم ہونے کے بعد بھی ہمارا نظام قابل عمل رہتا۔ لیکن ابھی تک اس کے متعلق کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی۔ یہاں پر چند ایک سیمینار منعقد کئے گئے۔ جن میں مختلف حضرات نے اپنی رائے کا اظہار کیا لیکن کسی طرف سے بھی ابھی تک یہ ڈلیفینٹ پوزیشن نہیں آئی۔ اگر سودی نظام ختم ہو جائے گا تو اس کا متبادل نظام کیا ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں یہ حکومت کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اسے اس کے متعلق سیریس توجہ دینی چاہئے۔ کیونکہ ابھی صرف تین چار مہینے باقی رہ گئے ہیں۔ اور اگر جون کے بعد شریعت کورٹ کا فیصلہ نافذ ہو گیا تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ملک کا جتنا کاروبار ہے وہ ٹھپ ہو جائے گا اور آپ کسی کو سمجھ نہیں آئے گی کہ اس کا متبادل نظام کیسے چلایا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت ہی سیریس کام ہے۔ فنانس منسٹری کو سارے کام چھوڑ کر پوری توجہ اس

طرف دینی چاہئے کہ سود کے متبادل کون سا نظام قائم ہو سکتا ہے۔ جماعت اسلامی اور بہت سے دوسرے حضرات نے بہت سی کتابیں اس کے متعلق لکھی ہیں کہ بلا سود بینکاری کس طرح ہو سکتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے لئے ضروری ہے۔ ان کا پوری طرح مطالعہ کر کے اس میں دیکھیں کہ وہ کہاں تک قابل عمل ہے۔ میں نے جیسا کہ عرض کیا تھا کہ میں بہت کم وقت لوں گا۔ کیونکہ سبھی حضرات خارجہ پالیسی کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے میں بھی چند باتیں مختصراً اس کے متعلق کہنا چاہوں گا۔

ہمارے خارجہ حالات میں زیادہ تر اہمیت کشمیر' افغانستان اور وسط ایشیا کے متعلق ہے کشمیر کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ حکومت اور حزب اختلاف کی پوزیشن میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ ہر ایک آدمی ہر ایک مسلمان جو یہاں رہنے والا ہے ہر ایک پاکستانی یہی چاہتا ہے کہ کشمیریوں کو حق خود ارادیت دیا جائے۔ اور یہ جو ایک نئی چیز اب پیدا ہو رہی ہے کہ کشمیر پاکستان کے ساتھ رہے گا یا ہندوستان کے ساتھ یا آزاد۔ جہاں تک یو این او کی قرارداد کا تعلق ہے وہ صرف یہی کہتی ہے کہ کشمیر کو یہ حق دیا جائے کہ وہ پاکستان' ہندوستان میں سے کس کے ساتھ ملنا چاہتا ہے۔ اس میں تیسرا کوئی اختیار نہیں ہے۔ لیکن اگر ویسے بھی دیکھا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک پروپیگنڈا ہو رہا ہے مجھے خود بھی چند مہینے پہلے آزاد کشمیر میں جا کر لوگوں سے ملنے کا موقع ملا۔ اور میں نے کم از کم آزاد کشمیر کا کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جو یہ کہتا ہو کہ ہم پاکستان کے ساتھ الحاق نہیں کرنا چاہتے۔

یہاں پر بھی ہماری ایک کمیٹی ہے۔ سینٹ کی سب کمیٹی جو ہمارے ترقی پذیر صوبوں کے متعلق ڈسکشن کرتی ہے اور اس کے ایک ممبر نے پچھلے دنوں یہ کہا تھا کہ کشمیر کو اب یہ کہنا کہ وہ پاکستان کا ترقی پذیر علاقہ ہے یہ اس لئے درست نہیں ہے کہ پچھلے بیس پچیس سال میں جتنی ترقی آزاد کشمیر نے کی ہے۔ سڑکوں میں' بجلی میں' تعلیم میں' ہر چیز میں' اس کا پاکستان میں کہیں مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ وہ لوگ جہاں تک مجھے علم ہے اپنے آپ کو اس لحاظ سے بڑے مطمئن سمجھتے ہیں۔ جو کچھ مدد پاکستان نے ان کی کی ہے وہ یہ بھی سمجھتے ہیں ان کو تھوڑی بہت یہ واقفیت ہے کہ ان کا اپنا ملک جو ہے اس وقت وہ اتنا چھوٹا ہے اور اس کے ذرائع اتنے کم ہیں جو مشکل سے پاکستان کی ایک تحصیل کے برابر ہوں گے۔ اور اس کے

باوجود ان کی وہاں ہائی کورٹ بھی قائم ہے ان کے ہاں منسٹریاں بھی قائم ہیں۔ یہ سب کچھ پاکستان کی مدد سے ہو رہا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ اس چیز کو ضرور محسوس کرتے ہیں کہ اگر ان کا تعلق پاکستان سے کٹ جائے تو کبھی بھی اپنے آپ کو اس سٹنڈرڈ پر رکھنے کے قابل نہیں ہو سکیں گے۔ تو میرا اپنا یہ خیال ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ چونکہ جہاں تک ہماری حکومت اور ہماری حزب اختلاف کا تعلق ہے کشمیر پر سب کے ویوز ایک ہیں تو بہتر یہ ہو گا کہ کسی مناسب موقع پر ایک آل پارٹیز کانفرنس کا حکومت انتظام کرے۔ پچھلا ایک ڈیڑھ مہینہ ہوا ہندوستان نے باوجود اس کے کہ کشمیر سے متعلق ان کا سٹینڈ بالکل غلط ہے' ان کی سب پارٹیوں نے مل کر ایک آل پارٹیز کانفرنس کی تھی اور اس میں اپنی یکجہتی کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ جو بھی ان کا سٹینڈ ہے اس پر سارا ہندوستان متفق ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر اسی قسم کی یکجہتی کا اظہار یہاں پر بھی ہو سکے تو کشمیر کے معاملے میں وہ ہمارے لئے یعنی ہمارا جو باہر کا پروپیگنڈا ہے اس کے لئے بھی مفید ثابت ہو گا اور قوم کے لئے بھی مفید ثابت ہو گا کہ کم از کم یہ ایک معاملہ ایسا ہے جس کے اوپر ساری قوم متفق ہے اور وہ یہی ہے کہ کشمیر کو اس کا حق خود ارادیت جو ہے وہ ملنا چاہئے جہاں تک افغانستان کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ پچھلے دنوں کچھ ایسے بیانات حکومت کی طرف سے بھی آتے رہے ہیں کہ ہمیں' کم از کم آدمی کنفیوز ہو جاتا ہے کہ گورنمنٹ کی پالیسی اس کے متعلق بہت واضح نہیں ہے۔ گورنمنٹ کی طرف سے ان دنوں کئی دفعہ ہر لیول پر' ابھی ریسنٹلی ان کی وزارت کی طرف سے بھی یہ اعلان ہوا کہ افغانستان کے بارے میں ہماری پالیسی وہی ہے جو پہلے تھی۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

اس کے برعکس ہماری یہاں جو حزب اختلاف ہے انہوں نے گورنمنٹ کی کسی معاملہ پر تعریف نہیں کی لیکن اس معاملہ پر انہوں نے باقاعدہ ان کی تعریف کی ہے کہ گورنمنٹ کا اپنی پالیسی تبدیل کرنے کا اقدام بڑا درست ہے۔ ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ وہ کس کے متعلق کیا بات کر رہے ہیں بہرحال ایک چیز جو واضح ہے وہ یہ ہے کہ جہاں تک مجاہدین اور مہاجرین کا تعلق ہے انہوں نے جینوا ایگری منٹ پر دستخط نہیں کئے ہوئے ہیں اور ہم انہیں اس لحاظ سے مجبور نہیں کر سکتے کہ وہ یہ کام کریں' یہ نہ کریں۔ انہوں نے ایک بہت بڑی لڑائی اپنی ہمت اور اپنی بہادری کے ساتھ جیتی ہے۔ تھوڑی بہت امداد پاکستان

سے ہوئی ہے لیکن یہ امر واقع ہے کہ وہ بہادری اور دلیری کے ساتھ ایک سپر پاور کے خلاف لڑے ہیں اس کی مثال موجودہ تاریخ میں نہیں ملتی۔

اب اس وقت جبکہ وہ ایک حد تک پہنچ چکے ہیں انہوں نے اپنے ایک بڑے دشمن کو ملک سے نکال دیا ہے اب ان کو ہم مجبور کریں کہ آپ یہ کریں وہ نہ کریں اور آپ ان کی بات کو تسلیم کر لیں جو آپ کو فنڈامنٹلسٹ کہتے ہیں آپ یہ ثابت کریں کہ آپ فنڈامنٹلسٹ نہیں ہیں۔ یہ ساری باتیں ایسی ہیں جن پر نہ صرف یہ کہ ہمارا کنٹرول نہیں ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا کوئی حق بھی نہیں بنتا ہم انہیں کیوں ایسی باتوں پر مجبور کریں جس کو وہ نہیں کرنا چاہتے۔ یہ بھی امر واقعہ ہے کہ اس وقت ان کی واضح اکثریت ملک میں موجود ہے پھر ان کو یہ کہنا کہ آپ ظاہر شاہ کو تسلیم کر لیں یا دوسرے آدمی کو بلالیں گفت و شنید میں ایسے آدمیوں کو شامل کریں جنہوں نے آپ کے لاکھوں آدمی مار دیئے تھے اور ملیننز کو ملک بدر کر دیا تھا۔ یہ کسی صورت بھی درست نہیں ہو گا اور اگر اس کو ذرا غور سے دیکھا جائے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر مجاہدین کا ساتھ دینے کے متعلق ہماری پالیسی تبدیل کی جائے تو یہ پاکستان کے لئے ٹھیک نہیں لگتا اور جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ ہر شخص اس کو تسلیم کرے گا کہ ہمارا future مجاہدین سے ہی وابستہ ہے۔ انہوں نے اس ملک کو دوبارہ حاصل کیا ہے۔ اور وہی اس قابل ہیں کہ اس ملک پر حکومت کر سکیں اگر ہم نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اب تک جتنی قربانیاں پاکستان نے اپنی طرف سے ان کو یہاں رکھنے کے لئے دی ہیں اور بھی جو کی ہیں وہ ساری بیکار ہو جائیں گی اور یہ پالیسی ایسی ہو گی جس پر پاکستان کی وہی پوزیشن ہو گی جو آج سے 13 یا 15 سال پہلے تھی اور وہی مشکلات دوبارہ شروع ہو جائیں گی جو ہمیں پہلے اپنے مغربی ہمسایوں سے تھیں۔ یہ پالیسی اس لحاظ تک میں سمجھتا ہوں ہمیں اگرچہ ان کے لئے کوشش یہی کرنی چاہئے کہ وہ آپس میں متحد ہوں اور ایک ہی قسم کے مطالبات پیش کریں لیکن ہماری پالیسی یہ ہونی چاہئے کہ جو کچھ بھی ہو ہم مجاہدین کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ساتھ دیتے رہیں۔

وسط ایشیا کے متعلق بھی بہت سی باتیں ایسی کی جا رہی ہیں یہ کہا جا رہا ہے کہ جو وہ تو اتنے پکے مسلمان نہیں ہیں جتنے آپ ان کو سمجھتے ہیں وہ تو سیکولر لینڈ کے مالک ہیں اور اس

طریقے سے جو آپ کی ان سے توقعات ہیں وہ پوری نہیں ہوں گی کچھ تو جو یہاں سے وفود گئے تھے وہ گورنمنٹ سپانسرڈ تھے ان کے بہرحال اپنے خیالات تھے لیکن اس کے علاوہ اور بھی بہت سے آدمیوں کا جو وہاں گئے ہیں، تجزیہ یہ ہے کہ عالم اسلام اور بالخصوص پاکستان، ترکی اور ایران کے ساتھ وسط ایشیا کی ریاستوں کے تعلقات کسی فوری اور وقتی مصلحت کی بنا پر استوار نہیں ہو رہے ہیں بلکہ ان کی تمام ممالک کے عوام کے اندر یکساں طور پر گہری تاریخی، لسانی، نسلی، تہذیبی اور دینی وجوہ پائی جاتی ہیں اور جغرافیائی قرب نے ان تمام اسباب کو ایک سٹر یٹجک جہت دے دی ہے اور وہ یہ جہت ہے جو ایک مسلم بلاک کے قیام کے لئے فطری بنیاد فراہم کرتی ہے اور یہی وہ سٹر یٹجک جہت ہے جو کرہ ارض کی واحد سپر طاقت امریکہ اور بھارت کی کسی صورت نہیں بھاتی لہٰذا وہ بنیاد پرستی کا ہوا کھڑا کر کے اس کے اندر رکاوٹیں کھڑی کرنے کے درپے ہیں۔ اگر روسی کمیونزم ایک سپر طاقت ہونے کے باوجود پچھلے ستر سال میں اپنی ساری کوششوں کے باوجود انہیں مسلم دنیا سے دور نہیں رکھ سکا تو امریکہ بھی اپنے تمام تر فوجی اور اقتصادی رسوخ کے باوجود وسطی اور جنوبی ایشیا میں ایک مسلم بلاک کے فطری ابھار کو نہیں روک سکے گا۔ میں سمجھتا ہوں اس میں ہماری روش یہ ہونی چاہئے کہ ہم ای سی او کو مضبوط کرنے کی کوشش کریں ان کا اس وقت جو بلاک بنا ہے اگرچہ اس میں 9، 10 حکومتیں موجود ہیں لیکن اگر آپ ان کے سیکرٹریٹ کا مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ ایک چھوٹا سا سیکرٹریٹ ہے جو اس کام کو نہیں سنبھال سکتا ہماری جو بھی کوششیں ان کے ساتھ متحد ہونے کی ہیں وہ ای سی او کے ذریعے ہی ہونی چاہیں۔ اگر اس کو ہم مضبوط کر سکتے ہیں اور ایک صحیح ورک ایبل اور فعال بلاک بنا سکتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس طریقے سے جو وسط ایشیا کی ریاستیں ہیں ان تک اپنے تعلق کو استوار کرنے میں ہمیں آسانی ہو جائے گی اب محترمہ دو باتیں ایسی ہیں جو اس خطاب میں بیان نہیں کی گئی ہیں لیکن میں ان کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہوں گا ایک تو ہوتی صاحب نے شروع میں ہی فرمایا تھا کہ خوراک اور زراعت کی طرف اس خطاب میں کوئی بات موجود نہیں ہے۔ یہ بالکل صحیح بات ہے، میں اس کی تائید کرتا ہوں یہ اتنا سنگین معاملہ ہے پاکستان کے لئے کہ اس کے اثرات چند سال بعد ہمارے لئے بہت مضر ہو سکتے ہیں ابھی ایک ہفتہ ہوا یہاں پر ایک آرگنائزیشن ہے Fund for population activities اس میں پورے اعداد و شمار

دے کر یہ واضح کیا گیا ہے کہ موجودہ دھائی کے اندر بلکہ اس سے بھی پہلے پاکستان ایک بہت بڑے بحران سے دوچار ہو سکتا ہے کیوں کہ جس طریقے سے ہماری آبادی بڑھ رہی ہے اس کے مقابلے میں ہماری زراعت بہت ہی پیچھے رہ رہی ہے' لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اس کے متعلق بھی پوری سوچ بچار کریں اس کے علاوہ ایک بہت بڑا مسئلہ جس کی طرف میں سمجھتا ہوں پوری توجہ نہیں دی جا رہی وہ بیروزگاری کا مسئلہ ہے اب جب سے یہ حکومت آئی ہے اس وقت سے ملازمتوں پر پابندی لگی ہوئی ہے ہر سال لاکھوں نوجوان ایم اے' بی اے کی ڈگریاں لے کر نکلتے ہیں اور بیکار بیٹھے ہوئے ہیں اور اس وجہ سے ملک میں بہت ہی بے اطمینانی پیدا ہو رہی ہے' میں سمجھتا ہوں یہ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اس پر بھی پوری توجہ دیں اور یہ کوشش کریں کہ اس بیروزگاری کو کس طریقے سے ختم کیا جا سکتا ہے۔ میں ان الفاظ کے ساتھ آپ سے اجازت چاہوں گا۔ آپ کا شکریہ۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ سید برکات صاحب' جام کرار الدین صاحب۔

Jam Karar-ur-Din: Madam Chairperson, I am thankful to you that you have given me time to express myself on the address of the President. Our President no-doubt, on one hand, is being a symbol of the federation and on the other hand is the executive head of the Islamic Republic of Pakistan and therefore, he must be revered/ respected by all and sundry. No doubt he posseses a great fund of administrative experience and political acumen which no doubt can lead a nation on the way of Islamic life and to achieve the better and prosperous future which is ultimate goal of Islamic State of Pakistan. On that very day the role that Opposition played is no doubt ridiculed and condemned by every school of thought. Their behaviour on that very date — on the 19th December, was unhealthy, undemocratic and unparliamentary and this was not particularly expected from the Leader of the Opposition to behave in such a manner and if they had any sort of political difference with the President or had any personal venedetta against the President the best course for them was to boycott the session but not to create of the ugly scene in the Parliament House with out caring to observe the dignity and decorum of the House and on that day they perhaps thought the floor of the sovereign House as a Mochi Gate or Soldier Bazar or Nishtar Park this was not expected from the Opposition Leaders who claim to be democratic minded.

Now the President in his Address has touched so many subjects I will now dilate upon democracy and Constitution together. Sir, during

the short span of 44 years of history of Pakistan we have not been able to observe any law. We have seen the rule of 4/3 Martial Law Administrators, four Governor Generals, twelve Prime Ministers and we have rejected three Constitutions and today we are in search of the fourth one. What is the matter that we have not been able to keep the law, this is very important question that we should address ourselves to know and seek the answer so that we may be able to keep the law intact. We have to find out whether there is something defective in the law or there is something defective in our psyche as people. Madam Chairperson, since the inception of Pakistan we have tested, experienced so many forms of the government, some of them were found to be sour, some of them were found to be unpalatable, some were found to be very bitter and the only form of government which is suitable for the indigenous or people of Pakistan is undiluted Parliamentary democracy of which Quaid-e-Azam Muhammad Ali Jinnah was a staunch supporter and he was ardent advocate of this system also and in this very system of parliamentary democracy lies the salvation of our own people and our brighter future also lies in this parliamentary democracy. Therefore it is incumbent upon us as a legislator to strengthen the democracy and democratic institutions.

Madam Deputy Chairman, every ruler is being judged not by his words but by his deeds, the contemporary historians eyes are focussed on this legislature because legislature out of all the three organs of the State plays a vital role in the task of nation building. Therefore, we shall be judged tomorrow by the historians as to what laws we are going to pass in the interest of a common man, what laws we are going to pass in the social sector, in the economic sector, in the industrial sector and in the education sector? By these laws we shall be judged but I have seen during my experience of 11 months that the haste is being done particularly in the making of laws here and particularly in the field of legislation it is a very difficult job of making a law, we are making a law for the whole nation but here we have unnecessarily invited haste which should be avoided as far as possible. We are a part and parcel of the IJI Government. We have reposed confidence in them. We are bound by the party discipline to pass the law but unnecessary haste should be avoided as far as possible.

Second experience that I have gained here is that whenever a good piece of a legislation or a good amendment, however the best it may be in the interest of our nation and country, comes from the opposition side it is being rejected on the ground that it has come from the

Opposition. Well, they are part and parcel of this House they are as loyal citizens of Pakistan as we are, they are as patriots as we are, therefore, if any good piece of a legislation comes from this side, we must welcome it here as well as in the National Assembly in the interest of the nation and the country as a whole.

(*Thumping of Desks*)

Sir, unfortunately, I salute my own masses who constitute 73% uneducated. Whenever, they have got any chance to vote up for any form of government, they have always voted for a democracy, and we constitute 28% of the educated class always keep the democratic process in peril for the lust of our own power. This is very unhealthy and virtually be avoided.

Madam Chairperson, we as a legislators must keep ourselves engaged to control some of the serious challenges which are being faced by us today. We must pass legislation to combat the increasing population growth rate, unmanageable fiscal deficit slow industrial and agricultural growth, social development, pervasive corruption in every walk of life and alarming lawlessness, if we are unable to cope up and grapple with these problems of the day then I feel Madam Chairperson, that Pakistan will remain a notion rather than a nation.

Now Madam Chairperson, so far as the representation of women is concerned, I fully endorse the views expressed by my learned friends here who have spoken on this subject and I feel that when we next time gather here there must be a Bill from the Government side with regard to the seats for the ladies. After that I will dilate on the agriculture and on this subject my brother Mr. Laleka has dilated in a full length with all the facts and figures but I would add few words in it that uptill now the wheat is coming into the markets, but the Food and Agriculture Ministry has not announced the support price of wheat, we are importing the wheat, Madam Chairperson, @ Rs. 200 per maund and we are given at Rs. 112. If we are given that price at the international level I assure the Ministry of Food and Agriculture that we shall not only be able to achieve a target in the food but we shall be in a position to export the wheat and earn a lot of foreign exchange but unfortunately, we have not been paid that price at the international level of wheat as well as of cotton.

Madam Chairperson, 73% of the population thrive on the agriculture and this is the segment of society which feed clothe and lodge the entire nation but unfortunately this society has been given a stepmotherly treatment from the very beginning. I would like to remind the Minister for Food and Agriculture to announce the price of wheat because the wheat is coming into the market in Sindh after ten or twelve days but we do not know the support price. Therefore, the policy of the government should be in advance of the crops sowing. Now Madam Chairperson since with the agriculture Kala Bagh Dam is connected, the three provinces are totally against the construction of Kala Bagh Dam. Now according to the principle of democratic set-up, when three provinces are against the construction of the Kala Bagh Dam why it should be constructed, the majority opinion must prevail.

Few days ago Mr. Wali Khan had also expressed himself to that extent that if this Kala Bagh Dam was constructed we shall blow it off. Now when this serious matter concerns the three provinces then this scheme should be abandoned once for all. There should be no intrasigence or obduracy on the part of the government to construct Kala Bagh Dam, when they have got already two potentials trouble free spots to construct a Dam for storage of water then why they are not going to those sites — Basha and Dasu. Sind Assembly has passed one resolution against Kala Bagh Dam. Therefore, in my opinion, it is in the interest of the country that this Dam should be abandoned once for all and we should see other ways to create energy for our domestic requirements.

Our press plays a pivotal role in the nation building task. It is considered to be the fourth pillar of democracy. There are certain anti-social, anti-democratic elements, they are going to attack the press, this way, that they are muzzling the press, an act which is unhealthy and undemocratic. The responsible people should be taken a task and set an example Moreover, press has also played an important role in strengthening democracy and democratic institutions. It has always acted as a watchdog over the sitting government of the day. Therefore, freedom of press is as essential as a democracy for a country and we should see that the press people should not be harassed by any group of persons or by any individual. Supposing that any press indulges in character assassination law does not give me right to go to that editor or that printing press to set it ablaze. I have got so many methods, so many ways open to me to seek my relief to a competent court of laws

but the way the press is being muzzled and gagged is absolutely wrong and we should see that there must prevail the freedom of press in the country. because the freedom of press and democracy can go together in the best interest of the nation and the country.

Sir. the last but not the least is about the education. I would like to express that the education should be spread throughout the length and breadth of the country and the education upto Matriculates must be made free in the country and education also for ladies should be made compulsory because I firmly believe that if we educate our girls, we educate our family but if we educate our family we educate the whole nation. Therefore. with all the greater emphasis at my command, I shall say that there should be spread of educational institutions for women in each and every village. the schools should be opened as far as possible.

Secondly Sir. remaining within the framework of Pakistan we want maximum provincial autonomy. We have to give the maximum provincial autonomy to all the federating units. The sooner it may be, the better for the nation. We should decentralize all these powers to the provinces and make them free from the sense of deprivation.

It is very sad, Madam, that today we are away from the guiding principles of our Quaid. We have thrown his motto, unity, faith and discipline to the winds and, therefore, ignoring his guiding principles and his suggestions, we are wandering in the domain of wilderness. If we do not follow the principles laid down by our Quaid then I feel there will be so many pandora's boxes in our country and we shall not be able to tide over them. Thank you very much.

Madam Deputy Chairman: Thank you. Mr. Mehmood Ahmad Minto

(*Pause*)

Madam Deputy Chairman: Absent. Dr. Abdul Ghafoor Khan Jatoi Sahib

(*Pause*)

Madam Deputy Chairman: Absent. Akhunzada Behrawar Saeed Sahib.

آپ بھی ذرا مظاہرہ اسی طرح کریں تو بہتر ہو گا۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم 'بسم اللہ الرحمن الرحیم ' امابعد۔ نحمدہ نصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد اعوذ باللہ مین الشیطن الرجیم۔ جناب شکریہ۔

ہم کل بھی سر دار پہ شرافت کے امین تھے
ہم آج بھی انکار حقیقت نہ کریں گے

میں جناب صدر کے 19 تاریخ کے خطاب پر بڑا مشکور ہوں۔ صدر مملکت نے حسب قاعدہ' حسب دستور' سابقہ سال میں جو حکومت کی کارگزاری ہوئی' اس کا جائزہ لیا اور آئندہ کے لئے لائحہ عمل پیش کیا۔ اس سے انکار نہیں ہے کہ صدر مملکت وفاق کی علامت ہیں اس کی عزت اور اس کی حرمت' ہر شہری پر فرض ہے۔ ہمارے ہاں یہ مثال ہے کہ کوئی بزرگوں کی عزت نہیں کرتا تو اس سے یہی اخذ کیا جاتا ہے کہ اس آدمی کو' اس بندے کو اپنی عزت کا احساس نہیں ہے صدر مملکت نے' جیسے کہ وہ ہمیشہ کرتے رہے ہیں' جمہوریت کی تعریف سے ابتدا کی اور فرمایا کہ یہ ملک جمہوری اصولوں کی پابندی کی وجہ سے معرض وجود میں آیا ہے اور اسی پر کاربند رہ کر اس کی بقا حاصل کی جا سکتی ہے اور اسے مستحکم کیا جا سکتا ہے۔ اس دن کم از کم اور بھی بہت دوست موجود تھے جن میں میں بھی شامل تھا' صدر مملکت نے اپنی تقریر میں یہ فرمایا کہ جمہوریت کی گاڑی کے دو پہیئے ہوتے ہیں' ایک حزب اقتدار اور دوسرا حزب اختلاف کہلاتا ہے۔ اور آگے چل کر انہوں نے فرمایا حزب اختلاف کو government in waiting کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جمہوریت میں دونوں فریقوں کو صبر' تحمل' برداشت' اور فراخدلی سے کام لینا چاہئے۔ مخالفت برائے مخالفت نہیں ہونی چاہئے۔ کسی فرد سے مخالفت ہو تو اس سے اس شخص کو شتر کے غصہ کی صورت اختیار نہیں کرنی چاہئے۔ مگر مجھے بڑے دکھ کے ساتھ' بڑے افسوس کے ساتھ اس ہاؤس میں کہنا پڑتا ہے کہ اس تاریخ کو جو منظر یا مظاہرہ پارلیمنٹ ہاؤس کے اندر ممبران کے سامنے پیش کیا گیا یہ نہ صرف اراکین اسمبلی کے سامنے پیش کیا گیا بلکہ بیرونی ملکوں کے سفیروں' پریس کے سامنے پیش کیا گیا یہ مظاہرہ حزب اختلاف نے اور خاص طور پہ حزب اختلاف کی معزز لیڈر بے نظیر بی بی نے کیا' اس کے بارے میں' میں کم سے کم الفاظ میں یہ کہوں گا کہ اس سے قوم کے سر شرم سے جھک گئے ہیں یہ مظاہرہ اب بھی جب

میں یاد کرتا ہوں کہ اس موقع پر حزب اختلاف کے اتنے بڑے عالم اور فاضل دوستوں کو جو اپوزیشن کے بنچوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور کبھی اٹھ کر اور کبھی بیٹھ کر "نو" کہتے تھے 'اس کے بارے میں اگر میں نرم سے نرم الفاظ بھی استعمال کروں تو یہ کہوں گا کہ یہ کسی طرح بھی ایک ڈیموکریٹ کے شایان شان نہیں تھا۔ اگر کسی محترمہ یا ان کے رفقا کو صدر مملکت سے مخالفت ہے تو اس کے خلاف مظاہرہ کے لئے فورم 'ہال نہیں بلکہ اور جگہ ہے۔ اب یہ جو انہوں نے باہر campaign چلائی ہے یہ رائیگاں تو ضرور ہے مگر یہ campaign اسی طرح سے چلانی چاہئے۔ راستے کھلے ہیں' جلسے کریں' جلوس نکالیں' بیانات دیں' پریس کانفرنسیں کریں' باہر سے دوست بلائیں' باہر کے دوست ممالک میں جائیں' صدر کی جتنی بھی چاہیں مخالفت کریں 'لیکن یہ اپنے آئین کی بے عزتی ہے 'اپنے ملک کی بے عزتی ہے۔ اگر وہ یہ چیزیں محسوس نہیں کرتے تو نہ کریں۔ لیکن اس ایوان میں اس مظاہرے کی ضرورت کیا تھی۔ یہ منطق میری سمجھ میں نہیں آتی اگر بے ادبی معاف فرمائیں تو میں کہوں گا کہ یہ مظاہرہ' کم ظرفی کہلائے گا۔ اس کی میں مذمت کرتا ہوں' اس پر میں لعنت بھیجتا ہوں 'اس سے میں منافرت کا اظہار کرتا ہوں۔

جناب منظور احمد گھمکی : جناب' یہ پارلیمانی زبان نہیں ہے۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : گھمکی صاحب' یہ میں پارلیمانی الفاظ میں کہہ رہا ہوں' ورنہ میرے پاس الفاظ تو بہت ہیں' یہ پارلیمانی زبان ہی تو ہے جسے میں استعمال کر رہا ہوں School of Excellence یہ نیا سکول ہے' جس میں یہودی 'ایشیا کے ممالک کے دعوے کرنے والے لوگوں کو یہ تربیت دیتے ہیں کہ جب تم تقریر کرو تو ہاتھ ایسے ہلاؤ گے' منہ ایسے ہلاؤ گے ناک کو اس طرح سے کرو گے' اگر ناک خراب ہے تو اس کو ہم اس طرح سے سیدھا کرلیں گے یہ ہے وہ آکسفورڈ کی تعلیم' یہ ہے وہ ہارورڈ کی تہذیب یہ ہے' School of Excellence یہی تعلیم دی جاتی ہے' یہی کچھ سکھایا جاتا ہے' یہی کہا جاتا ہے کہ قوم کے سامنے جا کر ایسے مظاہرہ کرو' اگر یہی کچھ سیکھا جاتا ہے اور یہی کچھ ہے تو سبحان اللہ' الحمد اللہ کہ نہ میں اس لعنت میں گیا ہوں اور نہ ہی میرے بچے اس لعنت میں گئے ہیں۔ اگر ہارورڈ اور آکسفورڈ میں یہی تعلیم ہے تو لعنت ہو اس ہارورڈ پر' لعنت ہو اس

آکسفورڈ پر لعنت ہو اس School of excellence پر جس سے پڑھے ہوئے لوگوں کی یہ علامات ہوں جن کا یہ مظاہرہ کرتے ہیں۔

جناب والا' یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ یہ آئین ہمیں ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے دیا ہے' اس نے تشکیل دیا تھا۔ اگر تشکیل دیا ہے تو پھر اس سے بغاوت کیسی ؟ اگر اس آئین سے باغی ہو تو پھر اس قوم سے بھی باغی ہو اور باغی کی سزا کا تو آپ کو پتہ ہی ہے۔ ٹھیک ہے اس کے رہنما اصول یہ ہیں پھر اس سے بغاوت کیسی ؟ میں اس آئین سے باغی ہوں' اگر تم اس آئین سے باغی ہو تو تم اس قوم سے بھی باغی ہو۔ اور باغی کی سزا تو آپ کو پتہ ہی ہے جناب والا ! آرٹیکل نمبر 6 موجود ہے۔

(مداخلت)

اخونزادہ بہرہ ور سعید : تو میں عرض کر رہا تھا کہ جناب والا ! اس جمہوریت میں جو ویسٹ منسٹر کی جو جمہوریت ہے جس کا مجھے لفظ کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ ہم اس قسم کی جمہوریت اس ملک میں رائج کرتے ہیں جو اسلام کے ساتھ بالکل متضاد ہے۔ ایک طرف تو ہم یہ نعرہ لگاتے ہیں کہ یہاں پر اسلامی نظام ہو' یہاں پر نظام محمدیؐ ہو اور دوسری طرف ہم کہتے ہیں جمہوریت میں چیلنج کرتا ہوں کہ یہ کس زمانے میں بھونڈی جمہوریت موجود تھی ؟ صدر محترم نے پھر اس کی بھی تعریف کی' اور تلقین کی کہ اس پر عمل کرو شاید تم سیدھے راستے پر چل پڑو۔ تو میں بھی یہ عرض کروں گا کہ دوستو ! اگر واقعی آپ کو یہ نظام پسند ہے تو خدا کے واسطے اس کی قدر کرو اور اپنی پارٹی کے اندر تو کرو۔ وہ اس جمہوریت کا نام کس منہ سے لیتے ہیں جو اپنے ہاں اس پر عمل نہیں کرتے۔ وہاں موروثیت ہے' باپ گیا تو بیٹی آئی باپ گیا تو بیوی آئی' باپ گیا تو بیٹا آیا' ہمیں امریکہ' آسٹریلیا اور انگلینڈ کی جمہوریتوں میں ایسا نظر نہیں آیا اور وغیرہ وغیرہ بھی آتے ہیں۔ تو یہ میرے دوست اس جمہوریت کی تلقین کرتے ہیں اب تو فرنٹ لائن میں آگئے ہیں خدا خیر کرے آگے نہ بڑھیں' تو جناب اگر یہی جمہوریت ہے تو خدا کے واسطے اسی پر عمل کریں اور صدر صاحب نے جو اس دن کہا ہے اس پر عمل کرو۔ لیکن یہ میں پھر کہوں گا کہ کسی غیرت مند قوم اور معاشرے میں کوئی شخص اپنے بزرگ کی ایسی اور اتنی بے عزتی نہیں کرتا جو ان لوگوں نے 19 ر تاریخ کو کی تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کو عزت کا پاس نہیں ہے۔

جناب والا ! صدر گرامی قدر نے بہت سے مسائل پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ' بہت سے مسائل کا ذکر فرمایا جن پر میرے پیش رو دوستوں نے اظہار خیال فرمایا۔ خاص کر میرغ دوست کچکی صاحب نے بڑی تفصیل کے ساتھ اس مسئلے کو بیان کیا ہے میں اس میں اضافہ تو نہیں کر سکتا مگر وہ کچھ جو میرے لئے چھوڑ گئے ہیں اس پر اظہار خیال کروں گا چنانچہ سب سے پہلے میں مسئلہ کشمیر پر اظہار کروں گا۔

جناب اس مسئلہ پر اگر 1947ء پر چلے جائیں تو جب پاکستان اور ہندوستان ' دونوں آزاد ہوئے تو اس وقت ایک تیسری طاقت ریاستوں کی تھی۔ اس کے لئے جو لائحہ عمل انگریز نے طے کیا تھا اس میں یہ تھا کہ princes یا تو آزادی اختیار کریں یا وہ کسی ایک ریاست میں شامل ہو جائیں۔ برصغیر میں تقریباً سات سو ریاستیں تھیں ' تو مجھے یاد ہے کہ اس وقت بارہ پاکستان کے حصے میں آئی تھیں ' کچھ نے ہندوستان سے الحاق کیا اور کچھ کو ہندوستان نے بزور طاقت شامل کر لیا۔ مثلاً جونا گڑھ ' مناوادر ' دکن حیدر آباد اور کشمیر ' پھر کشمیر کے لئے جو طریقہ کار بتایا گیا تھا وہ سب کو معلوم ہے یاد دہانی کے طور پر بتا رہا ہوں کہ اس میں یہ تھا کہ جو بھی prince پاکستان یا ہندوستان کے ساتھ الحاق کرنا چاہتا ہے اسے چند factors کو مدنظر رکھنا چاہئے۔

سب سے پہلے اس کی آبادی ' کہ وہ مسلمان ہیں یا غیر مسلم اکثریت والے ہیں ' نمبر دو اس کی جغرافیائی حیثیت ' ان چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کشمیر میں اس وقت کی آبادی کے مطابق 85 فیصد مسلمان تھے اور اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ کشمیر ہمارا جغرافیائی لحاظ سے اٹوٹ انگ ہے اور میرے قائد نے کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ کہا تھا۔ جناب پانچویں دریا بھی اسی سے آتے ہیں جو پاکستان کے مشرقی پنجاب کو سیراب کر رہے ہیں۔ کشمیر کا مسئلہ جب ماؤنٹ بیٹن نے محبت کی رو میں بہہ کر اس وقت کے بڑے انگریز جج ریڈ کلف کو بلایا اور اسی ریڈ کلف نے اس کو ایسا clip کیا اور ہمارے گورداسپور کو غیر مسلم کی اکثریتی آبادی قرار دے کر اور کشمیر کے مہاراجہ کو نئی دہلی بلا کر زبردستی اس سے فیصلہ کروالیا۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : نو کراس ٹاک پلیز۔ جی بہرہ ور سعید صاحب۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : تو جناب میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جب اس کے الحاق کا مسئلہ ہوا تو دونوں ملکوں میں جنگ چھڑ گئی۔ جب جنگ چھڑ گئی تو اس وقت ہندوستان کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لعل نہرو تھے اور وزیر خارجہ بھی تھے۔ میں ان دوستوں کو جو کشمیر کے مسئلے کو بھول چکے ہیں اور اتنا زور خطابت بھی لگا چکے ہیں یاد دہانی کرواتا ہوں کہ جناب مسئلہ یہ تھا۔ یہ مسئلہ اقوام متحدہ میں ہم نہیں لے کر گئے ہیں۔ ہمارے تو رضا کار قبائل سری نگر تک پہنچ گئے تھے۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں کو شکست دینے میں اصل کردار مسلمان ادا کرتا ہے۔ اور ایک مسلمان نے غداری کی اور انہیں وہیں رکوا دیا۔ لیکن جناب ہندوستان یہ مقدمہ 1948ء میں اقوام متحدہ میں لے گیا۔ وہاں فریاد کی' شور مچایا کہ پاکستان نے ہندوستان پر' اس کے اٹوٹ انگ پر حملہ کیا ہے۔ جب پاکستان نے جواب دعوی دیا' حالات سارے پیش کئے تو اس وقت 1948ء میں سیکورٹی کونسل کی قرارداد لائی گئی اور اس میں یہ طے ہوا کہ پاکستان اور ہندوستان کی مرضی سے کشمیر سے Bulk of the Army فوراً نکل جائے' پاکستان کی بھی اور ہندوستان کی بھی' اور وہاں ایک عبوری گورنمنٹ ہو اور استصواب رائے ہو کشمیری اس میں آزاد ہوں۔ رائے شماری کون کشمیری کریں گے ؟ وہ کشمیری کریں گے جو تقسیم ہند سے پہلے موجود تھے۔ جو وہاں سے نکالے گئے تھے وہ بھی واپس جائیں گے۔ اور پھر وہ رائے شماری ہو گی۔ دو راستے کھلے تھے کہ آیا وہ کشمیر کا الحاق پاکستان سے چاہتے ہیں یا کشمیر کا الحاق ہندوستان سے کرنا چاہتے ہیں۔ ان دونوں کے علاوہ اور کوئی راستہ تھا ہی نہیں۔ اخلاقی' سیاسی اور قانونی طور پر ہم دونوں ممالک اس معاہدے کے پابند ہیں کہ کشمیری قوم کسی ملک کا حصہ نہیں ہے۔ وہ ایک متنازعہ علاقہ ہے۔ کوئی کسی ملک کا کیوں نہ ہو' اگر وہ یہ کہتا ہے کہ اس کے لئے ایک تیسرا راستہ ہے تو میری نظر میں وہ پاکستانی نہیں ہو سکتا وہ پاکستان کا دشمن ہو سکتا ہے پاکستان کا دوست نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس کا ایک ہی حل موجود ہے۔ میرے جو دوست شملہ معاہدے پر اتنا زور دیتے ہیں ان کو میں دعوت دیتا ہوں کہ وہ شملہ معاہدے کو ذرا پڑھ تو لیں۔ ذرا تکلیف تو کریں۔ ان کے لئے میں ایک چیز پڑھتا ہوں جناب آپ کی اجازت ہو تو صفحہ 9 پر آرٹیکل ون میں پڑھ لیتا ہوں۔

That the principles and purposes of the charter of the United Nations shall govern the relations between the two countries.

اور آخر میں جناب یہ کہتے ہیں۔ آرٹیکل 6 ہے جناب۔

A final settlement of Jammu and Kashmir and the resumption of diplomatic relationship. Both the governments agreed that their respective Heads will meet again at a mutually convenient time in the future and that in the meanwhile the representatives of the two sides will meet to discuss further the modalities and arrangements for the establishment of durable peace and normalization of relations including the question of repatriation of prisoners of war and civil internees and a final settlement of Jammu and Kashmir in relation of the matter would be made. تو شملہ معاہدے کو یہ لوگ اتنا بڑھاتے چڑھاتے ہیں۔

یہ ایگری منٹ میرے پاس ہے۔ ان کو کاپی چاہئے تو میں کاپی دے سکتا ہوں۔ اس میں یہی ہے کہ یہ disputed territory ہے۔ دونوں کا فیصلہ اقوام متحدہ کے ریزولیوشن' جو میں نے آرٹیکل پہلے پڑھا' کے مطابق ہو گا۔ اس لئے کشمیر کے مسئلے پر کوئی تیسری رائے دینا یا اسے غلط طور پر interpret کرنا ان کی ایک ناکام کوشش ہے۔ ایک غلط کوشش ہے۔ ایک قومی کوشش نہیں ہے۔ ایک اسلامی کوشش نہیں ہے۔ ایک پاکستانی کوشش نہیں ہے۔ یہ ایک طے شدہ امر ہے۔ چاہے وہاں سے امان اللہ امپورٹ ہو۔ چاہے وہاں سے کوئی امان اللہ کو ایکسپورٹ کرے۔ چاہے وہ یہاں آ کر جو کچھ بھی کرے۔ لیکن یہ امان اللہ۔ وہ بھی ایک امان اللہ موجود تھا جسے کابل سے نکالا گیا تھا۔ یہ امان اللہ وغیرہ ہم جانتے ہیں کہ کون بناتے ہیں اور کون بیچتے ہیں۔ یہ چیز نہیں ہوتی۔ اس کا ایک ہی طریقہ ہے۔ مسلمہ' تسلیم شدہ طریقہ ہے اور وہ ہے plebiscite اس میں کشمیری حصہ لیں گے کوئی اور نہیں لے گا۔ اور اس کا فیصلہ ہو گا۔ ان کی مرضی ہے کہ پاکستان میں شمولیت کرتے ہیں ان کی مرضی ہے ہندوستان میں شمولیت کرتے ہیں۔ تیسری رائے کوئی نہیں ہے۔ کشمیر متنازعہ علاقہ ہے۔ اس لئے اور کوشش کریں۔ ایک بات جس کے متعلق میں عرض کر دوں گا۔ مجھے یاد ہے کہ جب کشمیر کی لڑائی زوروں پر تھی۔ کوئی ناراض نہ ہو' میرے دوستوں سے بھی ناراض نہ ہو' میں کسی اور کا نام تو نہیں لے سکتا ان کا ہی

نام لوں گا۔ اس وقت جب کسی نے کسی مولانا سے پوچھا جناب چیئرمین صاحب' کہ کشمیر میں جنگ ہو رہی ہے' جہاد ہو رہا ہے یہ کیا مسئلہ ہے۔ اس نے کہا کہ یہ جہاد نہیں ہے۔ جب ہندو فوج وہاں تھی۔ اس وقت فیصلہ کیا جب ڈوگرہ فوج وہاں تھی۔ اس وقت فیصلہ کیا جب انگریز کمانڈر وہاں تھے مسلمان ان کے ساتھ لڑتے تھے۔ اس وقت فتویٰ آیا ان سے کہ کشمیر میں جو لڑائی ہو رہی ہے یہ جہاد نہیں ہے۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ کس منہ سے وہ لوگ' پھر یہاں کہتے ہیں کہ کشمیر میں جہاد ہو رہا ہے۔ یہ دو منہ کیسے ہیں۔ بغل میں چھری منہ میں رام رام کیسے ؟ مجھے گلہ نہیں ہے۔ میں اس ایوان کی یاد دہانی کے لئے کہہ رہا ہوں۔

ڈاکٹر محمد ریحان : پوائنٹ آف آرڈر۔ اخونزادہ صاحب صحیح کہتے ہیں سانپ کی دو زبانیں ہوتی ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : No point of order یہ پہلے ہی فیصلہ ہو گیا تھا کہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو گا۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : جناب ڈاکٹر صاحب' یہ اپنی اپنی وہ ہے کہ آپ سمجھتے ہیں کہ میں جس کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔ لیکن میں اس سے آگے بڑھ کر اس کی ایک اور نشاندہی کرتا ہوں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ نے ٹائم کو بھی دیکھنا ہے۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : جناب ٹائم کی پابندی نہیں ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : ٹائم کی ہے جی۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : اتنی پابندی ضرور ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : لیکن ایک پوائنٹ کو آپ اتنی زیادہ ڈیٹیل میں نہ لے جائیں پھر ایک پر ہی رہیں گے۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : جناب میں کیا کروں۔ جہاں کی حکومت اور خاص کر عوام کو لوگ قصداً یا بغیر جانیں کہیں کہ نہیں کشمیر کا تیسرا مسئلہ ہے تو میں کہوں گا کہ نہیں ہے۔ تو مجھے کہنا پڑے گا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : نہیں۔ آپ کہیں ضرور لیکن ذرا شارٹ کر کے۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : اگر کوئی گورنمنٹ میں ہے تو میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں اس سے بہت سینئر ہوں۔ میں وہ مسلم لیگی ہوں جو تحریک پاکستان میں تھا میں وہ مسلم لیگی ہوں جس نے پاکستان حاصل کیا میں وہ مسلم لیگی ہوں جو اس مٹی سے محبت کرتا ہے۔ جناب میری گزارش یہ ہے کہ مجھے اس جماعت یا ان افراد سے گلہ اس لئے بھی نہیں ہے کہ جب میرا قائد 1946ء میں شملہ میں کیبنٹ منسٹر سے محو گفتگو تھا اور ان کا یہ دعویٰ تھا اور یہ کوشش کر رہے تھے اور انہوں نے انگریزوں کو منوایا کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد جماعت ہے جسے مسلمانوں کی نمائندگی کا حق حاصل ہے۔ وہ جماعت دلی میں کانفرنس کر رہی تھی اور اس جماعت نے دعویٰ کیا کہ ایسا نہیں ہے۔ مسلم لیگ کو یہ حق حاصل نہیں ہے' وہ مسلمانوں کی واحد جماعت نہیں ہے۔ یہ صرف مسلم لیگ ہے۔ تو جناب وہی لفظ تو ہے۔ میں اگر منافقین کا انکار کروں تو ایسا نہیں کر سکتا۔ یہی تو کردار ہے منافق کا یہی کردار ہے۔ کہتے کچھ ہیں کرتے کچھ ہیں۔ کرتے کچھ ہیں کہتے کچھ ہیں۔ جناب شملہ معاہدے کی آڑ میں ایک دوست نے بڑی لمبی چوڑی تقریر کی۔ ان کو میں دعوت دیتا ہوں۔ دعوت فکر بھی دیتا ہوں کہ یہ کتاب آپ مجھ سے ادھار نہ لیں یہ میں آپ کو تحفتاً بھی دیتا ہوں۔ اور آپ پڑھ لیجئے کوشش کیجئے کہ اس شملہ ایگری منٹ میں کہاں ہے کہ I am bound کہا ہے کہ پاکستان اس کا پابند ہے وہ شملہ معاہدے کے مطابق ہندوؤں کے ساتھ گفت و شنید کر کے کشمیر کے مسئلے کا حل ڈھونڈے گا ایسا نہیں ہے اگر کوئی اس کی کوشش کرتا ہے تو وہ اس کے دماغ کی اختراع ہے۔ ایسے اختراع ان کے دماغ میں اور بھی ہوتے ہیں بڑے ہو گئے ہیں اور بھی بڑے ہو جائیں گے۔ اس لئے میں دوٹوک الفاظ میں اس سے انکار کرتا ہوں کہ ایسا کوئی نہیں ہے۔ ہم شملہ معاہدے کے پابند نہیں ہیں۔ اتنا ہے کہ ہم کوشش کریں گے کہ گفت و شنید کریں جو ہماری حکومت کر رہی ہے۔ وقتاً فوقتاً کر رہی ہے۔ مگر یہ پابندی نہیں ہے کہ ہم سب اس کے پابند ہیں اس سے باہر نہیں نکل سکتے۔ یہ غلط ترجمانی ہے۔ یہ اگر کوئی قانون دان کرتا ہے تو اسے قانون نہیں آتا اگر وہ اردو دان کرتا ہے تو وہ اردو دان نہیں ہے۔ وہ میری طرح پشتون ہے وہ اردو بولنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر کوئی اصلی زبان والا کرتا ہے تو وہ اصلی زبان والا نہیں ہے وہ بھی میری طرح ایسی ویسی نقلی اردو بول دیتا ہے۔ تو جناب اس کی کوئی اور interpretation نہیں ہو سکتی۔ نہیں ہونی

چاہئے۔ ایک پاکستانی اور غیرت مند پاکستانی کے لئے یہی ایک interpretation ہے کہ یہ ایک متنازعہ علاقہ ہے اور اقوام متحدہ کی قرارداد کے مطابق اس کا حل ہونا باقی ہے۔ اس کے علاوہ ہماری حکومت اخلاقی طور پر پابند ہے کہ وہ کشمیریوں کی مدد کرے اور وہ کر رہی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ہماری حکومت جنگ نہیں چاہتی۔ وہ چاہتی ہے اس کے ہندوستان کے ساتھ بلکہ تمام ممالک کے ساتھ اچھے تعلقات ہوں اچھے پڑوسی کے تعلقات ہوں۔ اس کے سوا باقی جو کچھ کرنا چاہئے وہ میری حکومت کر رہی ہے اور میں مبارک باد دیتا ہوں اپنی خارجہ پالیسی بنانے والوں کو کہ وہ اس میں کامیاب ہوئے اور ہندوستان کو ڈیفنس پر لے آئے۔

گچکی صاحب بڑے اچھے وکیل ہیں۔ ایک شاندار وکیل وہ ہوتا ہے کہ اپنے مدمقابل وکیل کو ڈیفنس میں لائے۔ اس کا کیس لے کر اس کو ڈیفنس پر لائے اور اسے اپنا کیس ڈیفنڈ کرنے کے سوا کوئی سوچ نہ ہو۔ اب سولارز' جو کسی کا بڑا قریبی دوست ہے وہ بھی یہ مان گیا ہے کہ کشمیر میں قتل عام ہو رہا ہے۔ وہ امریکن جو کبھی کسی کے دوست نہیں ہو سکتے اور خاص کر مسلمانوں کے دوست تو قطعاً نہیں ہو سکتے ان میں بھی کوئی سنجیدہ عنصر ایسا ہے جو یہ مان گیا ہے کہ ہاں کشمیریوں پر ظلم ہو رہا ہے' وہ انگریز جن کی عیاری میں کوئی مثال نہیں ملتی وہ انگریز جو عیاری میں بے نظیر ہیں۔

اب جناب دوسرا مسئلہ افغانستان کا ہے چونکہ آپ ناراض ہو جاتے ہیں اس لئے میں موٹی موٹی باتیں عرض کرتا ہوں چھوٹی چھوٹی باتیں ان دوستوں کے لئے چھوڑ دوں گا۔ تو جناب افغانستان کا مسئلہ ہے میں جناب والا دوستوں کو ذرا 1947 کی طرف لے جاتا ہوں جو کہ ان کے بالکل قریب رہتے ہیں میرے سارے صوبہ سرحد میں قریب نہیں رہتے حالانکہ جس ضلع میں میں رہتا ہوں میرا اور صوبہ سرحد کا بارڈر مشترک ہے وہاں کوئی چھاؤنی وغیرہ نہیں ہے۔ ہم ایک دوسرے کی طرف آتے جاتے رہتے ہیں خیرات بھی کھا لیتے ہیں زکوٰۃ بھی کھاتے ہیں اور غم میں بھی شریک ہوتے ہیں اور خوشی میں بھی شریک ہوتے ہیں ہم ایک دوسرے کے بڑے نزدیک ہیں۔ افغانستان بلوچستان سے بھی نزدیک ہے۔ تو جناب افغانستان کا مسئلہ' جب سے پاکستان معرض وجود میں آیا ہے مجھے یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے اور افسوس بھی ہوتا ہے کہ یہ واحد مسلم ملک تھا جس نے اقوام متحدہ میں پاکستان کی

شمولیت کی مخالفت کی۔ ظاہر شاہ اس ملک کا بادشاہ تھا اگر ظاہر شاہ تھا یا کوئی بھی تھا اس نے مخالفت کی۔ یہ شرم کی بات بھی ہے' یہ لعنت کی بات بھی ہے' یہ سارے مسلمانوں کے لئے ایک طعنہ بھی ہے اور ہمارے لئے ایک بڑی قابل افسوس بات ہے۔ انہوں نے کس کے ایما پر کیا' میں نہیں جانتا کہ ہندو کے ایما پر کیا۔ میں اس میں بھی نہیں جاتا۔ میں جانتا ہوں کہ روس اور انگریز کے ایما پر کیا لیکن بالمشابہ وہ تھا اور پھر اس وقت سے اس نے پالیسی اختیار کی جو ہندو کہتا تھا حالانکہ وہ landlocked ملک ہے ہم نے اس کی پرواہ بھی نہیں کی۔ ہم نے اس کی تجارت کو اسی طرح سے آزاد رہنے دیا اس کا سب مال اسے جانے دیا حالانکہ لنڈی کوتل میں وہی مال بھیج کر پھر میرے لئے یہاں باڑہ بنا۔ وہ باڑہ پشاور سے یہاں راولپنڈی میں بھی آ گیا ہے۔ جتنا مال یہاں ملتا ہے وہ وہاں بھی ملتا ہے لیکن ہم نے اس کو کچھ نہیں کہا۔ آخر کار حکومتیں بدلتی رہیں جس کو میرے ایک دوست انقلاب کہتے ہیں انقلاب عجیب ہی لفظ ہے اگر فوجی اٹھتے ہیں' کامیاب ہوتے ہیں تو انقلاب ہے'اگر اندرون ملک کوئی صاحب اٹھتا ہے اور ملک کے خلاف کامیاب ہوتا ہے تو انقلاب ہے اور اگر وہ شکست کھاتے ہیں تو پھر وہ تخریب کاری ہے' سازش ہے۔

جناب خلق وہاں بڑے محدود تھے ان کے پاس اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ حکومت کے خلاف اٹھتے۔ ان کی سازش سے روس نے جو دنیا کی نمبر دو طاقت نے کہا کہ ہمیں دعوت۔ اس طرح دعوت دو کہ جسے دنیا کی سپر ترین طاقت امریکہ نے عرب ممالک سے کہا کہ ہمیں دعوت دو کہ ہم فوج لے آئیں حالانکہ وہ فوج پہلے آ چکی تھی تو جناب انہوں نے دعوت دی اور روس جو دنیا کی دوسرے نمبر کی سپر طاقت تھی اپنی فوجیں لے آیا اور بڑے ساز و سامان کے ساتھ آ کر افغانستان پر چھا گیا۔ سراسیمگی پھیل گئی۔ ہمارے افغان بھائی وہاں حیران رہ گئے کہ یہ کیا ہوا' کیسے ہوا کس طرح سے ہوا' کون ماسکو گیا تھا کہ روس کی فوج آ گئی اس لئے یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ وہاں پر انقلاب آیا اور روسی آئے تاریخ کو جھٹلانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے اور اگر جھٹلاتے ہیں تو میں منع نہیں کر سکتا۔ خود اپنی تاریخ پر کچھ لکھ لیں واقعات یہی ہیں دنیا کے سامنے ہوئے ہیں اب وہ کہاں پناہ لیتے ؟ بعض وہ جماعتیں جو اپنے آپ کو کچھ اور جماعتیں کہتی ہیں جب میں ان کے نام سنتا ہوں تو حیران ہوتا ہوں کہ کاش اس جماعت کو پہلے بھی یہ نام یاد آیا ہوتا جب میری جماعت' قائداعظم کی

رہنمائی میں ان سب کی مخالفت کر کے پاکستان حاصل کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھی جناب کسی کو یہ تصور نہیں تھا کہ روس کسی ملک کے اندر جا کر کبھی واپس نکلے گا یہ سوچنے کی بات نہیں تھی اور پھر افغانوں کی۔ افغانوں کے پاس اس وقت کیا تھا وہ ایک نالی والی بندوق کسی کے پاس کلہاڑی کسی کے پاس ڈنڈا میں اس وقت کی باتیں کر رہا ہوں بعد میں تو ان پر خدا نے فضل کیا اس وقت ان کے پاس جو بھی اسلحہ تھا انہوں نے اسی سے روس کا مقابلہ کیا اور ثابت کیا کہ بے تیغ بھی لڑتا ہے مسلمان۔ لوگ کابل میں بیٹھ کر دعوے کرتے تھے جناب چیئرمین صاحب کہ جب ہم فرنٹیر میں جائیں گے تو سرخ ڈولی میں بیٹھ کر جائیں گے جب ہم فرنٹیر میں جائیں گے تو سرخ جھنڈا لہرا کر جائیں گے لیکن جناب ہم نے کہا یہ جھنڈا پھر سرخ نہیں ہو گا' سبز ہی ہو گا انشاء اللہ اس ڈولی میں جب آپ دلہن بن کر آئیں گے تو سبز دوپٹہ پہن کر آئیں گے اور سبز دوپٹہ پہن کر آ گئے تو جناب والا میں عرض کر رہا تھا کہ افغان بھائیو' ہم بھی ہجرت کر کے افغانستان گئے تھے اور سب کچھ داؤ پر لگایا تھا آپ نے ہمیں نکال دیا۔ ہمیں کہا' واپس چلے جاؤ یہاں مہاجرین کے لئے جگہ نہیں ہے لیکن جب آپ آئے ہم نے سینے سے لگایا' ہم وہ انصار ثابت ہوئے جو مدینے والے تھے ہم نے ان کو سینے سے لگایا' اپنا نوالہ آدھا کر کے ان کے منہ میں دیا' اپنا گھر خالی کر کے ان کے حوالے کیا انہیں اپنے لباس میں سے حصہ دیا اپنے گھر جو اسلحہ تھا وہ بھی نکالا اور ان کے ساتھ ہو لئے۔ قوم اور افغان زندہ باد۔ افغانستان کے مجاہدین اور مہاجرین نے وہ مثال قائم کی کہ اگر کشمیر میں کوئی لوگ اٹھے ہیں تو وہ کسی کے کہنے پر نہیں بلکہ ان سے سیکھ کر اٹھے ہیں۔ روس کے اندر کے حالات اور وہاں گڑبڑ بھی اسی کا نتیجہ ہے یہاں تک کہ اس سپر پاور کو بھی ماننا پڑا کہ اس نے بہت اہم غلطی کی ہے' فاش غلطی کی ہے۔ افغانستان کی اس جنگ سے جناب ایسٹرن یورپ ٹوٹ گیا۔ روس ٹوٹ گیا' اب روس نہیں رہا اب وہ میری ریاستیں ہیں جب کہ سمرقند و بخارا جس کے متعلق ابھی ہمارے قاضی صاحب نے کس شاندار طریقے سے کہا ہے کہ

اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل مارا
بخال ہندواش بخشم سمرقند و بخارا را

تو جناب اب پھر ہم سمرقند و بخارا میں جا رہے ہیں ہم جائیں گے انشاء اللہ وہ جماعتیں نہیں

جائیں گی جنہوں نے پاکستان کی مخالفت کی ہے ان کو بھی اس کا پتہ ہے کہ ایسا نہیں ہو گا تو جناب پھر اس کے بعد جب ہمارے اس قریبی دوست بہت مہربان دوست امریکہ نے دیکھا کہ ہاں پاکستان توڑنے پر آمادہ ہے۔ خدا اس عظیم جرنیل کو' صدر پاکستان کو' شہید اعظم کو بخشے کہ جس نے ان افغانوں کو کہا کہ افغانوں بیٹھو ہم تمہاری مدد کریں گے اور جناب اگر میں اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر کہوں کہ افغانوں نے جنگ تو اپنے ملک میں لڑی افغانستان کے لئے لڑی مگر ہمارے دفاع کی جنگ بھی لڑی۔ اگر ہم سوچیں اگر ہمارے کندھوں پر سر ہے اور اس دماغ سے تو ہم سوچ سکتے ہیں۔ تو جناب اس کا اگلا ٹارگٹ پشاور تھا اس کا اگلا ٹارکٹ میرے دوستو بلوچستان تھا اور وہ سیدھے کراچی اور گوادر پہنچ جاتے کیونکہ وہ گرم پانی کے لئے تڑپتے تھے۔ انہیں روکنے والے افغان تھے۔ مگر اس کو کس نے روکا' ہم نے روکا ؟ ہم نے افغانوں کی مدد کی ہے ہم اس پر خوش ہیں اور فخر کرتے ہیں۔ ہم اس پر شرمندہ نہیں ہیں انشاء اللہ ہم مدد کرتے رہیں گے' آخر دم تک کریں گے وہ ہمارے دوست ہیں ہمارے مسلمان بھائی ہیں اب تو انشاء اللہ وہ راستہ کھل جائے گا لیکن میں یہاں اپنے دوستوں کی وجہ سے نہیں کہتا کہ میرے دوست خوش ہو جائیں کہ چلو بہرہ ور سعید بھی ایسا کہتا ہے۔ میں اپنی طرف سے سوچتا ہوں پاکستان کے مفاد کے لئے جب سوچتا ہوں میں یہ سوچتا ہوں کہ اب افغانستان کا مسئلہ حل ہونا چاہئے اس لئے بھی تاکہ ہمارے افغان بھائی واپس چلے جائیں اس لئے بھی یہاں پر خون خرابہ بند ہو مگر اس لئے بھی کہ ہمارا راستہ.......... میرا کوئی لیڈر ہارورڈ میں نہیں پڑھا ہوا میں اس پر کوئی فخر نہیں کرتا ہوں میرا کوئی لیڈر وہاں ایچسن سکول میں نہیں پڑھا ہوا میں کیوں نام لوں۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین</u> : نو کراس ٹاک پلیز۔

<u>اخونزادہ بہرہ ور سعید</u> : محمد علی جناح صاحب نے انگلینڈ میں پڑھا علم حاصل کیا اور یہاں آ کر قیام کیا وہاں کچھ اور نہیں سیکھا۔ بھائی صاحب میں نے اس دن بھی کہا تھا کہ آپ کو وہ ملک دیا کہ آپ جیسے اور بہرہ ور سعید جیسے اس میں وکیل بن گئے۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین</u> : ڈاکٹر ریحان صاحب پلیز تشریف رکھیں۔

<u>اخونزادہ بہرہ ور سعید</u> : اور تشریح کرتا ہوں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : بہرہ ور سعید صاحب آپ بھی ذرا..........

اخونزادہ بہرہ ور سعید : جناب میں ریحان صاحب کو بھی تو ناخوش نہیں کر سکتا۔ وہ میرے دوست ہیں آج کل بہت زیادہ کو ئیچن بھی پوچھتے ہیں پھر میرا اور ان کا مقابلہ ہے آپ کسی کو نہیں پتہ وہ مقابلہ آج میں ظاہر کرتا ہوں آپ بھی ناراض نہ ہوں مقابلہ یہ ہے میں ہر روز جب سینٹ میں آیا کرتا تھا تو جیب میں ایک چھٹانک مکھن رکھا کرتا تھا محمد علی خان صاحب پوچھتے تھے کہ اس مکھن کو کیا کرتے ہو میں کہتا تھا یار کام آتا ہے جب سے ریحان صاحب آئے ہیں وہ ایک من لاتے ہیں تو حساب ختم ہو گیا جب بات گئی۔

ڈاکٹر محمد ریحان : آپ Jealous ہو رہے ہیں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : میں Jealous ہو رہا ہوں خدایا' میں ایک چھٹانک سے کافی کام کرتا تھا اب ایک من ہے' چھٹانک غائب ہو گیا جناب میں عرض یہ کر رہا تھا میں نے کہا تقریر میں کچھ زندگی پیدا ہو جائے۔

حافظ حسین احمد : کس کو لگاتے تھے۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : جناب اس کو ہم گلے لگاتے تھے جو پاکستان کی مخالفت کرتے تھے اور اب آنکھیں بند کر کے باتیں کرتے ہیں۔ اس تاریخ کو بھولے ہوئے ہیں لیکن مجھے یاد ہے کہ کون کون پاکستان کے مخالف تھے اور اب بھی دلوں میں ہے اور ہمارے ساتھ گزارہ کرتے ہیں ہم بھی گزارہ کر رہے ہیں ورنہ جانتے ہیں کہ وہ کون ہیں ہم ان کے designs جانتے ہیں' ان کے ارادے جانتے ہیں۔ لیکن برداشت کرتے ہیں کیونکہ ہمارے لوگ کہتے ہیں کبھی کبھی صلح بھی کرنی چاہئے۔ کوئی بات نہیں ہم کہتے ہیں چلو کر لو اگر اس میں تمہیں فائدہ ہے۔ مصلحتیں بھی پیش آتی ہیں ورنہ ایسی قوموں کی زندگی میں مصلحتیں نہیں ہونی چاہئیں لیکن ہم جیسے چھوٹے کمزور اور مقروض ملک ایسا کرتے ہیں۔ جناب میں گزارش کر رہا تھا' افغانستان کے مسئلے پر جینوا اکارڈ کے بعد افغانستان میں جنگ ختم ہونی چاہئے تھی مگر ابھی وہ جاری ہے۔ آج میں نے دوستوں سے سنا ہے کہ روس چلا گیا ارے روس کس طرح چلا گیا کیا چھوڑ کر گیا دیکھنا یہ چاہئے کہ کتنے فوجی' مشیر وہاں پر چھوڑ گیا۔ جو ساڑھے چار سو کے قریب رہ گئے ہیں وہ کیا روٹی کھانے کے لئے یا ہیروئن کھانے کے لئے یا ہیروئن کے کارخانے چلانے کے لئے ہیں نہیں جناب ہیروئن پینے کے لئے بھی ہے لیکن

وہاں پر کیمونسٹ رجیم باقی ہے۔ روسیوں کی رجیم باقی ہے۔ میں مولانا صاحب سے کہوں گا کہ جو ایک دفعہ مرتد ہو جاتا ہے وہ ہمیشہ کے لئے سنگساری کے قابل رہتا ہے۔ تو جناب نجیب اللہ یا اس کے ساتھ کیمونسٹ ہیں اور کیمونسٹ وہ ہوتا ہے جو ملحد ہوتا ہے ملحد وہ ہوتا ہے جو خدا کی واحدانیت سے انکار کرتا ہے۔

جناب منظور احمد گچکی : پوائنٹ آف آرڈر۔ میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں یہ غلط لفظ استعمال کر رہے ہیں اس وقت سنٹرل ری پبلکن کے ہیڈ آف دی سٹیٹ ہیں وہ اس کیمونسٹ پارٹی کے ممبر رہے ہیں۔ ان کے بارے میں وہ کیا سمجھتے ہیں وہ بھی مرتد ہیں کیا ؟ یہ الٹی سیدھی غلط بات کر رہے ہیں۔ ایک مسلمان جو ہر روز کلمہ پڑھتا ہے اگر وہ ایک سسٹم کو چیلنج کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے یہ لفظ استعمال کرنا' یہ تو غیر اسلامی بات کر رہے ہیں۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ یہاں بہت غلط الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ایک مسلمان اور ایک مسلمان ملک کے سربراہ کے لئے میں اپنے مقرر صاحب سے کہوں گا کہ ڈاکٹر نجیب اللہ ان سے زیادہ مسلمان نہیں تو کم مسلمان بھی نہیں ہیں۔ ان کو خیال رکھنا چاہیئے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ جناب بہرہ ور سعید صاحب۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : جناب میں اپنے دوستوں کا مشکور ہوں انہوں نے ذرا آرام کرنے کا موقع دیا۔ بڑا اچھا ہے میں اپنی عقل کے مطابق جس چیز کے ترجمے کو سمجھتا ہوں وہ ان دونوں کی عقل کے مطابق نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے ان کی عقل بہت زیادہ ہو' سمندر ہو لیکن میں ملحد اس شخص کو کہتا ہوں جو خدا کی واحدانیت اور رسول کی نبوت کا منکر ہو۔ جو مسلمان کے قتل کو جائز سمجھتا ہو جو' مسلمانوں کا قتل عام کرتا ہو تو جناب نجیب صاحب کسی کا بادشاہ ہو گا اس ملک کا جو مسلمان کا ملک ہو گا۔ میرا نہیں ہے۔ میری نظر میں وہ ایک کیمونسٹ ہے اور پھر جہاں ایشیائی ریاستوں کی بات کرتے ہیں اس کا موازنہ اس طرح نہ کیجئے گا روس نے ان پر جبراً قبضہ کر کے اپنے دائرہ اختیار میں شامل کیا تھا جب وہ ملک ٹوٹ گیا تو وہ آزاد ہو گئے وہ کیمونسٹ نہیں تھے وہ ملحد نہیں تھے لیکن یہ ملحد تھے۔

Syed Abdullah Shah : Point of order. Madam, this is not fair that the honourable Member should go on giving Fatawa of Kufar against the Afghanistan's head of State. It is Senate of Pakistan why they should interfere in Afghanistan there.

سید اقبال حیدر : بہرہ ور سعید صاحب جماعت اسلامی میں کب سے شامل ہو گئے ہیں۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : بہرہ ور سعید صاحب' آپ پارلیمانی language استعمال کریں۔

جناب منظور احمد گچکی : جناب اگر وہ ان کو مرتد یا کافر کہتے ہیں تو یہ بھی صحیح بات نہیں ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جی' ایسے الفاظ استعمال نہ کیا کریں۔ آپ تشریف رکھیں۔ بہرہ ور سعید صاحب آپ اپنی تقریر جاری رکھیں اور ٹائم کا بھی خیال رکھیں۔ اور ذرا الفاظ استعمال کرتے وقت احتیاط کیا کریں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : جناب والا' کیا میں پوچھنے کی جسارت کر سکتا ہوں کہ ان دوستوں کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ وہ نجیب کی وکالت کریں۔

(مداخلت)

ایک معزز رکن : آپ کو کس نے حق دیا کہ آپ اس کی مخالفت کریں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : مجھے حق اس لئے ہے کہ وہ میرے ملک کے مخالف ہیں' کیا وہ آپ کے ملک کے دوست ہیں۔ اگر آپ اسے اپنا دوست سمجھتے ہیں۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : عبدالرحیم مندوخیل صاحب' آپ تشریف رکھیں۔ اس طرح آپ بات کو زیادہ بڑھا رہے ہیں۔

جناب منظور احمد گچکی : جناب والا' ان کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو کافر کہیں۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : اس کے بارے میں فتویٰ دینا' ان کا کام نہیں ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ تشریف رکھیں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : میں نے فتویٰ نہیں دیا بلکہ اپنی رائے ظاہر کی ہے۔ اور رائے کا اظہار میرا جمہوری حق ہے اور جسے آپ بھی جمہوریت کہتے ہیں۔

سید عبداللہ شاہ : یہ جمہوریت آپ کو نہیں دی جا سکتی۔

you can't do that

اخونزادہ بہرہ ور سعید : عبداللہ صاحب، آپ مسلمان ہیں، آپ سچے مسلمان ہیں۔ اچھے مسلمان ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ تشریف رکھیں۔

سید عبداللہ شاہ : مہربانی کر کے آپ کسی مسلمان کو کافر نہ کہیں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : آپ اچھے مسلمان ہیں۔ آپ دوسری طرف نہ جائیں۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : جناب والا، ....

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ تشریف رکھیں۔ میں نے ان کو کہہ دیا ہے کہ language کا خیال رکھیں۔ وہ اب الفاظ احتیاط سے استعمال کریں گے۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : میں آپ سے عرض کروں

پشتو کے اشعار

(مداخلت)

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : محترمہ ....

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ تشریف رکھیں۔ جی، جمالی صاحب،

جناب عبدالرحمن جمالی : پوائنٹ آف آرڈر، بہرہ ور سعید صاحب نے جو پشتو کے اشعار بولے ہیں ان کا اگر ترجمہ بھی سنا دیا جائے تو بہتر ہو گا۔

(مداخلت)

اخونزادہ بہرہ ور سعید : محترمہ'

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : میری گزارش ہے۔

(مداخلت)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ تشریف رکھیں۔

جناب عبدالرحمن جمالی : اگر ان اشعار کا ترجمہ ہمیں سمجھا دیا جائے تو شاید ہم بھی ان میں شامل ہو سکیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ۔ تشریف رکھیں۔ بہرہ ور سعید صاحب' آپ سے درخواست ہے کہ آپ ذرا الفاظ کا استعمال سوچ سمجھ کر کریں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : میں محترمہ' یہ عرض کروں گا کہ اس ہاؤس کے رولز میں تبدیلی کی جائے اور یہاں پر پشتو زبان کی ٹرانسلیشن کے لئے ٹرانسلیٹر مقرر کئے جائیں۔ میرا یہ بھی حق ہے۔

ایک معزز رکن : بلوچی زبان کا بھی ہونا چاہئے۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : ہر ایک زبان کا ٹرانسلیٹر یہاں لگایا جائے۔ جب انگریزی کا ٹرانسلیٹر ہوتا ہے جو کہ ایک غیر زبان ہے تو میری زبان کا کیوں ٹرانسلیٹر تعینات نہیں کیا جا سکتا۔ میں ترجمہ نہیں کرتا۔ آپ میری زبان سمجھیں یا کم از کم اسے appreciate ہی کریں۔ خدا کے لئے'

(مداخلت)

جناب عبدالرحمن جمالی : اشعار کا مطلب ہی سمجھا دیں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : میں نے اپنے آخری شعر میں یہ کہا کہ "اے طاقت والو"

جناب عبدالرحمن جمالی : محترمہ آپ پشتو جانتی ہیں' کم از کم آپ ہی بتا دیں تاکہ ہماری مدد ہو سکے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : میں نے یہ شعر کہا ہی نہیں اس لئے شعر کا ترجمہ کیسے بتا سکتی ہوں۔ یہ بہرہ ور سعید صاحب ہی بتائیں گے۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : چلیں' مندوخیل صاحب ہی بتا دیں۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل : میں بتادیتا ہوں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آپ تشریف رکھیں۔

حافظ حسین احمد : محترمہ 'میں گزارش کرتا ہوں............

میڈم ڈپٹی چیئرمین : حافظ حسین احمد صاحب ' آپ تشریف رکھیں۔ بہرہ ور سعید صاحب ' آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : محترمہ ' میرے دوستوں نے دو' دو' تین تین گھنٹے تقریریں کی ہیں لیکن اب دیکھیں شاہ صاحب ایوان سے باہر جارہے ہیں' یہ میرے عجیب دوست ہیں ان سے مجھے بہت گلہ ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : جیسے انہوں نے آپ کو سنا ہے' آپ بھی انہیں ایسے ہی سنیں۔

(مداخلت)

انہوں نے اپنی بات کو صرف "کوئسچن" تک ہی محدود رکھا ہے۔ بہرہ ور سعید صاحب ' آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : تو جناب 'میں عرض کر رہا تھا کہ افغانستان سے روس تو چلا گیا ہے لیکن وہ اپنے وہاں مشیر وہاں چھوڑ گیا ہے اور ان کے ساتھ ہندوستان سے مشیر بلوا کر رکھے ہوئے ہیں 'کوئی ساڑھے چار ہزار کے قریب یہ ہیں۔ انہیں جتنے اسلحہ کی ضرورت تھی وہ ان کو جمع کر کے دے دیا گیا ہے۔ negative symmetry سے انہوں نے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔

(مداخلت)

اخونزادہ بہرہ ور سعید : یہودی آپ بلاتے تو ضرور آتے' سولارز بھی آپ کی آواز پر ضرور آتے آپ اب بھی بلایئے' وہ آجائیں گے۔ میں یہودی کیوں بلاؤں۔ میرے ملک میں یہودی تھوڑے ہیں۔

سید اقبال حیدر : کوئسچن

اخونزادہ بہرہ ور سعید : جناب میں عرض کر رہا تھا کہ افغانستان کا مسئلہ اب ایک ایسے مقام پر پہنچا ہے کہ اس کے جلد حل ہونے میں پاکستان کا بھی مفاد ہے اور افغانستان کا بھی۔

اس میں ایشیائی ممالک کا بھی مفاد ہے اور ایران اور ترکی کا بھی۔ اس سلسلے میں ہماری حکومت نے جو پالیسی اختیار کی ہے' اس پر میں پھر اپنی حکومت کو مبارک باد دیتا ہوں کہ انہوں نے اقوام متحدہ کا فارمولا منظور کیا ہے اور اس پر عمل در آمد کرنے کے لئے کوشاں ہیں' وہ اس مسئلہ کو جتنی جلدی حل کرنا چاہتے ہیں ہم ان کے ساتھ ہیں عوام ان کے ساتھ ہیں بلکہ ہم تعریف کرتے ہیں۔

اب میں ایک قدم آگے بڑھوں گا' ہو سکتا ہے کہ اس سے میرے کچھ دوست خوش ہو جائیں۔ کہ اگر اس مسئلہ کے حل میں کوئی رکاوٹ ہے' چاہے وہ رکاوٹ میرے صوبہ سرحد میں ہے یا افغانستان میں' اس رکاوٹ کو سمجھالیں اور اگر وہ سمجھ نہیں پاتا' تو اس کو نظر انداز کر کے اس مسئلہ کو حل کیا جائے۔ اس مسئلہ کا حل اب ہمارے مفاد میں ہے' اسلام کے مفاد میں ہے' امت کے مفاد میں ہے۔

تو جناب' یہاں جو افغانستان کے مجاہدین ہیں' ہم سنتے ہیں۔ دیکھیں اب یہ خوش ہوتے جا رہے ہیں۔ میں وہ بات کر رہا ہوں جو ملک کے مفاد میں ہے۔ یا کم از کم اس بات پر تو خوش ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ مفاہمت کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہئے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے دوست جو یہاں ہیں اور جو وہاں ہیں۔ ہمیں تو یہ نوید سنائی گئی ہے اور بار بار سنائی گئی ہے کہ افغانستان کا 85 فیصد حصہ فتح ہو چکا ہے اگر یہ فتح ہو گیا ہے' آزاد ہو گیا ہے تو پھر گورنمنٹ بنانے میں کون سی دقت ہے۔ چلو۔ اور کوئی جھنڈا وہاں نہ لے جائے' تو مجھے ہی جھنڈا لے جانے دیا جائے' میں بیمار تو ہوں مگر یہ جھنڈا ولی خان صاحب کے ساتھ لے جاؤں' تو پھر اس میں حرج کیا ہے۔ اب یہ 85 فیصد علاقہ ہمارے ساتھ ہے' تو پھر باقی کیا رہ گیا ہے' وہاں آپ کیوں نہیں جاتے ہیں۔ لیکن اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ نہیں' وہ دب جائیں گے' کہ فلاں جماعت کے یار' فلاں جماعت کے مددگار' وہاں ان کی حکومت بنے گی تو تب جائیں گے' یہ ممکن نہیں ہے' این محال است محال است۔ خیال است' جنون۔ جنون سے بھی آگے ہے۔ ہم ایسی سازش کا ساتھ نہیں دیں گے اور نہ ہی اپنی حکومت کو یہ رائے دیں گے اور نہ اپنی اجازت۔

میں یہاں یہ بات عرض کروں کہ افغانستان قبائل کا ملک ہے' ٹرائبز کا ملک ہے' قبیلوں کا ملک ہے اس میں ہمیشہ قبیلے رہے ہیں۔ ظاہر شاہ اگر رہا تو قبیلہ کی روح اور اس کی

زبردستیوں سے۔ اس سے پہلے جو رہے وہ بھی اپنے قبیلوں کی طاقت سے رہے۔ اس کے بعد جو رہے وہ بھی اپنے قبیلوں کی طاقت سے رہے۔ اب بھی طاقتور قبیلے وہاں موجود ہیں'

ایک معزز رکن : کوئسچن۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : میرے چونکہ یہ پڑوسی ہیں اس لئے ان حضرات کو بہتر جانتاہوں جو کہتے ہیں ''کوئسچن'' اس کا جواب یہی ہے کہ 'ہاں' وہاں بڑے طاقتور قبیلے ہیں' یہ اب بھی ہیں۔ لیکن میں نے یہ تونہیں کہاہے کہ وہ نجیب کے ساتھ ہیں بلکہ میں نے تو یہ کہاہے کہ وہ آزادی کے ساتھ ہیں' آزادی لینے والوں کے ساتھ ہیں'لیکن آزادی تو آ گئی ہے۔ ایک سوال' جو میری سمجھ میں نہیں آتااس کا جواب میں ان دوستوں سے لوں گا کہ جب وہاں کیمونسٹ تھے تواس وقت وہاں جہاد تھابلکہ جہاد میں تووہ بھی شامل ہیں جو کسی طرح بھی جدوجہد کرتے ہیں۔ میں تو وہ الفاظ استعمال کروں گاجومیں '' قتال '' فی سبیل اللہ۔ اگر کشمیر میں 1948 کی جنگ' جس میں مسلمان غیر مسلموں سے لڑتے تھےاس وقت ایک جماعت نے فتویٰ دیا کہ یہ جہاد نہیں ہے'اس کو شرم نہیں آتی۔ اب اس کوتوجہاد کہتے ہیں اور یہاں بظاہر مسلمان مسلمان سے لڑتا ہے۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ اگر کوئی مولانا صاحب' قاضی صاحب یاحافظ صاحب مجھے سمجھائے کہ اگر مسلمان مسلمان کاخون بہائے تو یہ کب سے جہاد بن گیاہے۔یہ دیکھیں۔اب خوش ہو گئے ہیں..... میں نے تو کہا تھا جناب' آپ مجھے ذرا غور سے سنئے میری تقریر میں ایسی باتیں بھی آئیں گی جن سے آپ خوش بھی ہوں گے اورایسی باتیں بھی آئیں گی جس سے آپ ناخوش بھی ہوں گے۔

جناب' میں عرض کر رہاتھا کہ وہ لوگ جو یہ سوچتے ہیں اور کہتے رہتے ہیں بلکہ میں نے کئی دوستوں سے خود بھی سناہے کہ حکومت نے فیصلہ کر لیاکہ تمہیں جانا چاہئے اورانہوں نے کہاکہ اگر ہمیں جبراً بھیجنا چاہاتو ہمارے پاس بہت اسلحہ ہے۔ ہم اس طرح نہیں نکلیں گے۔

میں ان دوستوں کو کہتاہوں کہ جناب آپ 35 لاکھ یا 40 لاکھ کے پاس اسلحہ ہو گاتو میرے پٹھان تو یہاں 80 لاکھ ہیں اور 60/70 لاکھ توبلوچستان میں ہیں ان سب کے پاس اسلحہ ہے۔ خدا کرے کہ یہ اسلحہ ہم ہندو کے خلاف استعمال کریں۔ آپ اور ہم

سب مل کر غیر مسلم کے خلاف استعمال کریں۔ اپنے مد مقابل مسلمان کے خلاف استعمال نہ کرنا پڑے۔

(مداخلت)

اخونزادہ بہرہ ور سعید : آیا ڈاکٹر صاحب دل نکال کر دوسرے کو لگا سکتے ہیں پیوند ہو جائے گا مسلمان ہو جائے گا۔ یہ کوئی مشکل کام تو نہیں ہے یہ آپ کر سکتے ہیں میں نہیں کر سکتا۔ میرے پاس اور بھی دو طریقے ہیں اگر کوئی میرے جیسا کمزور آدمی ہو گا تو وہ ہندو ہو جائے گا۔ خیر بہرحال جناب میں یہ عرض کر رہا تھا کہ افغانستان کے بارے میں حکومت پاکستان کی خارجہ پالیسی پر بھی بات ہو جاتی ہے۔.......

میڈم ڈپٹی چیئرمین : یہ خارجہ پالیسی نہیں ہے ؟

اخونزادہ بہرہ ور سعید : جی خارجہ پالیسی پر تو میں بعد میں بات کروں گا۔ یہ تو جناب اس کی شاخیں ہیں۔ میں اپنی حکومت کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ اس نے اقوام متحدہ کا فارمولا accept کر کے اس پر عملدر آمد شروع کیا ہے۔ اور ہر ممکن تعاون کر رہی ہے۔ انہوں نے ان مجاہدین کو بھی بلا کر ان سے مشورے کئے ہیں۔ ایران اور سعودی عرب سے مشورہ جاری ہے۔ گو کہ مجھے ایسی باتیں کہنی پڑتی ہیں جن سے شاید کچھ دوست خفا ہوں مگر کوئی بات نہیں حوصلہ کریں۔ جناب والا ! یہ پاکستان کے مفاد میں ہے کہ افغان مسئلہ حل ہو اور یہ راستہ کھلا ہونا چاہئے۔ اور اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہئے۔ اور جو رکاوٹ ہو اسے منت سماجت یا تلوار سے دور کرنا چاہئے۔ جناب۔ افغانستان اور کشمیر کے بعد میں امن و امان کے مسئلے پہ کچھ گزارشات کروں گا۔ میں اتنا کہوں گا کہ جس ملک میں چاہے پاکستان ہو یا کوئی اور 'امن نہ ہو تو بیکار' امن تو ہر ملک کے لئے لازمی ہے۔ اور خاص کر پاکستان کے لئے جو ایک مسلم ملک ہے اور تین اطراف سے ایسے ممالک سے گھرا ہوا ہے اس میں وہ امن نہیں ہے جو ہونا چاہئے۔ میں اس پر بہت زیادہ تفصیل سے بات کرتا 'مگر سندھ میں جو واقعات افہام و تفہیم سے ہوئے ہیں ان کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کو خوش آمدید کہتا ہوں یہ ایک اچھا اقدام ہے اس میں میری بھی ایک تجویز شامل کریں۔

وہاں آل پارٹیز کانفرنس ہو جائے تو سندھ کا مسئلہ شاید حل ہونے کے قریب آ جائے۔ لیکن اس مسئلے کو کوئی حل ہونے نہیں دیتا۔ اس میں بھی مشترکہ ڈاکو ہیں۔ ان ڈاکوؤں میں ہندو ڈاکو بھی ہیں۔ اس میں وڈیروں کے بھی ڈاکو ہیں۔ اس میں زمینداروں کے بھی ڈاکو ہیں۔ حکومت کے اور شوقیہ ڈاکو بھی ہیں۔ یہ سب مل ملا کر کام دکھا رہے ہیں میں نے ایک دفعہ سندھ میں ایک وڈیرے کے ہاں ایک جیل خانہ دیکھا۔ جناب میں نے اسے کہا کہ ذرا بتایئے تو سہی اس نے انکار کیا حالانکہ اسے پتہ تھا کہ میری ایک کنال زمین ہے۔ بہرحال اس نے مجھے بتایا کہ میری اپنی جیل ہے وہ دیکھی تو وہاں میرے جیسے تین بندے پابند سلاسل تھے۔ تو جناب۔ اگر پاکستان کے اندر رہنے والوں کا یہ حال ہے تو اس میں پاکستان سے باہر رہنے والوں کا بھی ہاتھ ہے۔ اور وہ زیادہ نقصان دہ نہیں ہے زیادہ نقصان دہ تو وہ لوگ ہیں جو وہاں سے آ کر ان کی جو پشت پناہی کرتے ہیں۔ اسلحہ بھی' خوراک بھی اور راستہ بھی یہ بتاتے ہیں۔ ریونیو ڈیپارٹمنٹ میں زیادہ کس کا قبضہ ہے ؟ میری اطلاع کے مطابق ہندو کا ہے۔ پروفیشنل کالجوں میں کون زیادہ ہیں ؟ ہندو زیادہ ہیں۔ اس لئے یہ پاکستان کا ہمہ گیر مسئلہ ہے کلاشنکوف کا بھی کچھ حصہ ہے اور ڈرگز کا بھی۔ لیکن اس میں سب سے بڑا حصہ ہوس کا ہے' ہوس زر اور ہوس اقتدار کا ہے یہ ایسی بیماری ہے جو ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے۔ چاہے جو بھی اس کو colour دے وہ اس میں ملوث ہے۔

جناب سندھ کے معاملے میں کسی کو یہ امید ہو کہ نہیں انشاء اللہ اب میری جھولی میں اقتدار آ گرے گا تو یہ خواب ہے۔ اس کی تعبیر غلط نہ کیجئے۔ سندھ پر اور باقی صوبوں پر آپ ناراض نہ ہوں۔ میرے دوستو ؟ مبارکباد دینے والو ! اس پر آئندہ 20 سال کے لئے انشاء اللہ مسلم لیگ کی حکومت ہو گی۔ جس کے وزیراعظم نواز شریف ہوں گے خوش ہوں یا ناراض ہوں 20 سال میں نے کم از کم کہا ہے۔ جناب یہ ہمارا ملک ہے۔ ہم نے لوگوں کو تھوڑے وقت کے لئے آزمایا وہ کوئی تو بیچ گئے' کوئی آدھا کر گئے اور کوئی سودا کر رہے ہیں۔ اب ہم اعتماد نہیں کرتے ان پر اب مسلم لیگ کی حکومت ہو گی۔ اور یہ جو باقی ادھر ادھر کی پارٹیاں ہیں ان کو بھی انشاء اللہ فارغ کر رہے ہیں۔ یہ سندھ کا مسئلہ بہت شدید صورت اختیار کر گیا ہے۔ جو فارمولا سندھ میں اختیار کیا گیا ہے اگر اس پر سختی سے

عملدر آمد ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر یہ فارمولا extend کیا جائے تو بہت اچھا ہو گا۔ اس میں یہ ہوتا رہتا ہے۔ مجھے اس وقت کی ایک آواز یاد ہے کہ جب ایک بندہ مغربی پاکستان میں ووٹوں سے زیادہ کامیاب ہوا تھا اور دوسرا مشرقی پاکستان سے تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ نہیں مجیب کو تو حکومت ہم نہیں دیتے۔ گرینڈ الائنس کا لفظ کل پھر دہرایا گیا ہے اس پر مجھے اعتراض نہیں ہے مگر وہ الائنس ہو گا minus actually میری اس میں ایک شرط ہے کہ الائنس سب کا ہونا چاہئے۔

جناب والا! سندھ میں امن امان کی صورت حال بہتر ہو رہی ہے۔ خدا کرے یہ نیک فال ہو۔ اس میں مزید تو کچھ نہیں کہتا لیکن دو elements کی نشاندہی کرتا ہوں جو اس کے ذمہ دار ہیں۔ ایک ہندو جو سندھ میں ریگستان کے بارڈر پر ہیں اور جو خوبصورت خوبصورت ریسٹورنٹ بنا چکے ہیں اور اب مشترکہ کاروبار بھی کرتے ہیں۔ اجمیر میں یہ بہت زیادہ ہیں۔ اگر کسی نے بھی ان پر اعتماد کیا تو اس نے دھوکہ کھایا۔ ان پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔ دوسرا عنصر وڈیرا کا ہے۔ آپ اسے لینڈ لارڈ کہہ دیجئے۔ یہ دوسرا عنصر ہے اور باقی چھوٹے چھوٹے ہیں۔ تو جناب اب میں آگے بڑھتا ہوں خارجہ پالیسی پہ۔

جناب اس ملک کی یا کسی ملک کی خارجہ پالیسی ہمیشہ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے ہوتی ہے۔ اگر کوئی یہ توقع کرے کہ پاکستان کی خارجہ پالیسی ایسی ہونی چاہئے کہ جس سے فلاں ملک فائدہ ہو' حالانکہ اصل فائدہ پاکستان کا ہونا چاہئے۔ اور پاکستان کی موجودہ پالیسی اس اصول پر ہے کہ جو اپنے ملک کے مفاد میں ہو اور صحیح ہو اسے اپنایا جائے اس وقت پاکستان کی خارجہ پالیسی سابقہ حکومتوں کے مقابلے میں بہترین خارجہ پالیسی ہے۔

خود انحصاری کے اصول پر عملدر آمد کیا جائے تو یہ بہت اچھی پالیسی ہے۔ یہ بھی اچھی بات ہے کہ قرضے پہ کم سے کم انحصار کیا جائے۔ زیادہ دوست بنانے کی پالیسی اور ایکو کی ممبر شپ ایک نیک فال ہے جتنا بھی زیادہ ہو سکے ہمیں ان آزاد ممالک کے ساتھ اپنی دوستی بڑھانی چاہئے ایران اور ترکی کے ساتھ۔ دوستی کو اور مضبوط بنانا ہمارے مفاد میں ہے اور یہ پاکستان گورنمنٹ کی اچھی پالیسی ہے۔ اور یہ بھی ایک اچھی پالیسی ہے کہ ایک سپر پاور کے پاس جا کر یہ کہنا کہ بھئی ہمیں ایڈ مت دو۔ یہ میں کہتا ہوں کہ اگر میں اس حکومت کے پاس گیا تو میں بھی کہوں گا کہ بھئی انکل سام' مجھے ایڈ مت دو دوستی کر لیتے ہیں

لیکن ہم اعتماد تو نہیں کرتے جس وقت ہم نے اعتماد کیا وہ ڈنگ مارے گا۔ بچھو ہے اسرائیل' ہندوستان اور امریکہ' بچھو ہیں۔ وہ ڈنگ ماریں گے۔ ہمارا اگر کوئی دوست ہو سکتا ہے تو چین ہے۔ جو trustworthy ہے۔ جس نے آزمائش کی گھڑی میں ہمارا ساتھ دیا تھا۔ اس کے ساتھ دوستی کو مزید مضبوط کرنے کی کوشش کی جانی چاہئے۔ ہندوستان سے تعلقات خوشگوار کرنے کی ہماری حکومت کوشش بھی اچھی ہے لیکن اس کے ساتھ یہ شرط بھی جو ہونی چاہئے لگائی گئی ہے کہ اصل اور دائمی دوستی اس وقت ہو سکتی ہے جب کشمیر کا مسئلہ قطعی طور پر حل ہو جائے اور وہ بھی پہلی شرط کے ذریعے۔ چاہے وہ اس طرف چلا جائے یا اس طرف لیکن وہ ڈرامے والی بات ہے کہا کہ کیا کاروبار کرتے ہو بیٹے۔ اس نے کہا کہ جی میں ادھر کا مال ادھر اور ادھر کا مال ادھر کرتا ہوں۔ اس نے کہا وہ کیسے؟ اس نے کہا اکثر ادھر کا مال ادھر ہی ہوتا ہے۔ تو ہم یہ کہیں گے کہ فیصلہ ادھر ہی ہمارے حق میں ہو۔ انشاء اللہ ہمارے حق میں ہو گا۔ اب ہم نے بین الاقوامی سطح پر اتنا کام کیا ہے کہ ہماری پالیسی کا وہ لوگ اعتراف کرتے ہیں۔ اگرچہ چھپ چھپ کر لیکن دشمن بھی ہماری پالیسی کا اعتراف کرتا ہے خاص کر ایشیائی ممالک سے ہمارے تعلقات بہت بہتر ہونے چاہئیں۔ ہم ایشیائی ہیں' اس سے ہم انکار نہیں کرتے ہیں اور ہماری وزارت خارجہ کو اس سلسلے میں خصوصی توجہ دینی چاہئے لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ خارجہ پالیسی صرف دفتر خارجہ میں ہی کیوں بنائی جاتی ہے' پارلیمینٹ کے ارکان کو اس پالیسی سازی میں کیوں شریک نہیں کیا جاتا۔ کیا وہ ہم سے بہتر جانتے ہیں' کیا وہ ہم سے زیادہ پاکستان کے وفادار ہیں' کیا وہ خارجہ مسائل ہم سے بہتر سلجھا سکتے ہیں۔ میرا جواب ہے کہ نہیں۔ میں مندوخیل صاحب کے قدم پر تھوڑا سا قدم رکھ کر یہ کہوں گا کہ بھئی ہم نے کیا قصور کیا۔ فرنٹیر سے کتنے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم بھی تو بازوئے شمشیر زن والے ہیں۔ ہمیں اگر زیادہ حصہ نہیں دیتے خارجہ پالیسی والے' دفتر والے تو اپنا پورا پورا حساب ہر ایک سے دو' چاہے وہ ایمبیسڈر لیول پر ہو یا اتاشی کے لیول پر ہو۔ ہمیں یہ حصہ نہیں ملا۔ ہم مانتے ہیں۔ ہمارے بلوچستان کے دوست' بجا مانگتے ہیں' پنجاب کے دوست بجا مانگتے ہیں۔ ہمیں کیوں نظرانداز کیا گیا۔ ہمیں نظرانداز نہیں کیا جانا چاہئے تھا۔ کسی بھی ملک میں متعین سفیر کے لئے اس ملک کی زبان جاننا ضروری ہے۔ اس سفیر کو اس ملک میں مت بھیجو جس کی وہ زبان نہیں جانتا' جس کی وہ سیاست نہیں جانتا'

اس کے اتار چڑھاؤ سے واقف نہیں ہے۔ سفیر مقرر کرتے وقت سینٹ ہاؤس سے اس کی منظوری کیوں نہیں لی جاتی۔ امریکہ آپ سے بڑی حکومت ہے' آپ سے بڑا ملک ہے۔ اس میں ایسا ہی ہوتا ہے آپ ایسا کیوں نہیں کرتے۔ کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اس کی کوالیفیکشن پوچھیں گے۔ جناب مجھے بڑا افسوس ہے۔ میں ایک دورے پر گیا۔ چار ایمبیسڈروں سے ملاقات ہوئی ان میں سے دو سے میں چوبیس گھنٹوں میں جب بھی ملا' انہیں نہایت مدہوش پایا۔ اور ہمارے ساتھ جو فارن آفس کے دوست تھے وہ بھی ان میں شامل ہو گئے۔ میری دولت' میرا پیسہ اور میرا خون وہاں شراب پر خرچ کیا جاتا ہے۔ ایسے ایمبیسڈر کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ فارن آفیسر کے ایسے ملازم کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ اپنی تنخواہ سے عیش کرے۔ میں نے غیر ممالک میں جا کر دیکھا ہے کہ اپنا مکان ہوتے ہوئے بھی پانچ ہزار ڈالر کرایہ پر مکان لیتے ہیں۔ مکان کے ہوتے ہوئے بھی ہوٹل میں رہتے ہیں اور اس کا کرایہ وصول کرتے ہیں۔ فارن میں یہ لوگ طرح طرح کے بہانے بنا کر ہمارا خون چوستے ہیں۔ ان کا میڈیکل کا بل دیکھیں۔ کیا کیا چیزیں ہوتی ہیں۔ یہ چیزیں ختم ہونی چاہئیں۔ پارلیمنٹرین کو پالیسی سازی میں اس کی ساخت میں' اس کے چلانے میں شریک کیجئے۔ ہم قوم کے نمائندے ہیں۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے اور صحیح ہے کہ آپ قوم کے ملازم ہیں قوم کے نمائندے نہیں ہیں۔ اس لئے اگر آپ کے ساتھ ہم شراکت قبول کرتے ہیں تو آپ کو خوش ہونا چاہئے۔ تو جناب امن وامان کے سلسلے میں میں ایک چیز آپ کو سناتا ہوں۔ میں وہ لایا تھا' میں اس وقت بھول گیا تھا۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین :</u> بہرہ ور سعید صاحب آپ کافی بول چکے ہیں اب وائنڈ اپ کریں جی۔

<u>اخوانزادہ بہرہ ور سعید :</u> اگر آپ حکم کرتی ہیں تو میں بیٹھ جاتا ہوں۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین :</u> جب آپ نے بیٹھنا ہے تو وائنڈ آپ ہی نے کرنا ہے۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : اگر اس کے لئے آپ کا حکم ہے تو ٹھیک ہے۔ جناب میں ذکر کر رہا تھا کہ ہم ملک میں امن وامان کے سلسلے میں بہت چلاتے ہیں کہ اغوا ہو رہے ہیں۔ ڈاکے پڑ رہے ہیں راہزنیاں ہو رہی ہیں۔ یہ ہو رہا ہے وہ ہو رہا ہے۔ جو اتنی بڑی سپر طاقت

ہے اس کے فیڈرل بیورو کے اعداد و شمار میں آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں۔ اس ملک کا نام ہے ریاستہائے متحدہ امریکہ کہتے ہیں۔

According to US Federal Bureau of Investigation (FBI)

میڈم ڈپٹی چیئرمین : آذان کا وقت ہونے والا ہے۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید :

Federal Bureau of Investigation (FBI)
in the United States there is one murder every 62 minutes. یہ وہ

مہذب ملک ہے' سپر طاقت ہے۔ تیس چھوٹے سے ملکوں نے اکٹھے ہو کر ایک اسلامی ملک کو تہہ تیغ کر دیا۔ یہ وہ ملک ہے کہ 26 murders every minute, one rape every 6 minutes. کتنی تہذیب والا ہے یہ ہیومن رائٹس کا کتنا ہی زبردست وہ ہے۔ یہ وہ اپنے آپ کہتے ہیں۔ one rape every 6 minutes, one robbery every minute-

گچکی صاحب سن لیجئے۔ یہ اس کا ملک ہے۔ کیا نام ہے

one aggravated assault every 37 seconds, one motorcycle theft every 24 second, one burgalary every 10 seconds etc..

تو یہ گزشتہ سے پیوستہ چلیں۔ جناب ہمارے تو پرانے دوست ہیں۔ لیکن آپ کے لئے تو اس سے بڑھ کر کچھ ہے۔ آپ کو تو وہ بٹھاتے بھی ہیں اٹھاتے بھی ہیں۔ ہمیں تو نہ بٹھاتے ہیں نہ اٹھاتے ہیں۔ دیکھو یہ ایک اسلامی اصول ہے کہ جو بندہ آپ کو ملے آپ یہ سمجھیں کہ وہ نیک ہے' جب تک وہ شیطان ثابت نہ ہو۔ لیکن ہم نے اسے تو یہ سمجھا کہ دوست ہے لیکن وہ شیطان ثابت ہوا۔ ہم آپ کو بھی کہتے ہیں کہ خدارا سولارز کو پہچانئے۔ سولارز اس طرح نہیں کرتا۔ ایک جہاز ہمارا غرق کروایا' اپنا سفیر بھی مروایا' لیکن جہاز تو غرق کروایا اور ایک جرنیل کو تو مروایا۔ آپ کا دل تو خوش کر دیا۔ تو جناب والا میں عرض کر رہا تھا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : بہرہ ور سعید صاحب کوشش کیجئے۔ آذان کا وقت ہو رہا ہے۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ امن و امان کی حالت اس ملک کی ہے جو تہذیب کے آسمانوں پر ہے اور جو ہمیں تہذیب کی تلقین کرتا ہے۔ اس کے

امن و امان کی یہ حالت ہے۔ میرے ملک میں یہ چھوٹی موٹی باتیں ہوتی ہیں۔ جو نہیں ہونی چاہئیں مگر اس کا اتنا طعنہ نہیں دینا چاہئے تو جناب میں گزارش کر رہا تھا کہ جب سے موجودہ حکومت برسراقتدار آئی ہے خارجہ پالیسی کامیاب رہی ہے اور گلف کرائسسز میں ہمارے پالیسی سازوں نے بہترین رول اختیار کیا اور اس کے بعد آر سی ڈی نہیں' ایکو کے نام سے ترکی اور ایران کے ساتھ تعلقات ریواؤ کئے اب سنٹرل ایشین اسٹیٹس کو بھی اس میں شامل کیا جا رہا ہے۔ ساتھ ساتھ افغانستان کے مسئلے کے حل کے لئے کوششیں کی جا رہی ہیں تاکہ وہ مسئلہ حل ہو۔ اس کے فوائد مل جائیں گے۔ وہ جو فوجی کہتے ہیں وہ بھی ہمیں حاصل ہو جائے گا۔ لیکن پھر وہ واویلا نہیں ہو گا ہمارے فارن آفس نے یہ اعلان کر کے اچھا قدم اٹھایا ہے اور ہاؤس میرے ساتھ اس میں شامل ہو کہ ہم ایٹم بم بنانے کے اہل ہیں۔ یہ اعلان ہمیں پہلے کرنا چاہئے تھا۔ اتنے دھکے جو ہم کھاتے ہیں' یہ اس لئے کھاتے ہیں کہ ہمارے پاس ہے۔ ہمارے پاس ایک چیز موجود ہے جب ہمیں خدا نے اتنی قابلیت دی ہے تو ہم کیوں اعتراف نہ کریں کہ ہم ایسا کر سکتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہم مسلمان ملک ہیں' اس کے استعمال میں پہل نہیں کریں گے' اس کو برآمد نہیں کریں گے ہم اس اہلیت سے بم نہیں بنائیں گے' ہم کسی کو اس سے تباہ نہیں کریں گے لیکن اپنے دفاع کے طور پر اس کو ضرور استعمال کریں گے یہ determent power ہمارے پاس ہے اور خدا کرے ہمارا دوست ملک تازخستان بھی ہمارے ساتھ شامل ہو جائے اس کے پاس تو 2 ہزار inter-continental ہیں۔ انشاء اللہ اگر اس کے ساتھ ہماری دوستی ہو گئی تو پھر یہ سولارز والے دوست تھر تھر کانپیں گے۔ تو جناب میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت وزیر اعظم صاحب کی نگرانی میں ہماری بہترین خارجہ پالیسی ہے مگر اس میں اتنا ہونا چاہئے کہ ایسے سفیر نہیں ہونے چاہئیں جو آج کل ہیں اور اس میں میرے صوبے کو' بلوچستان کو بھی اپنا پورا کوٹہ ملنا چاہئے اور مجھے بھی پورا کوٹہ ملنا چاہئے ہمارے پاس بڑے بڑے قابل اور اچھے شخص ہیں۔

<u>میڈم ڈپٹی چیئرمین :</u> اخونزادہ صاحب آپ 80 منٹ بول چکے ہیں۔

<u>اخونزادہ بہرہ ور سعید :</u> جناب میں تو پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ میں تو عمر کے اس حصے میں ہوں جس کی مثال یہ ہے کہ ہم اس ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی طرح ہیں جو ہوا چلتے

ہی گل ہو جاتا ہے۔ ہم سے کچھ سن لو جناب آپ کو ہم سنائے دیتے ہیں۔ آپ کا دل بھی خوش ہو جاتا ہے دوستوں کے دل بھی خوش ہو جاتے ہیں اور ہمارے دل کی بھڑاس بھی نکل جاتی ہے کہ اگر ہم نے پاکستان کے لئے اور کچھ نہیں کیا تو کم سے کم کچھ کہہ تو دیا۔ آپ صبر کریں جناب عورت ذات تو بڑی صابر ہوتی ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین : میرے صبر کا تو یہ حال ہے کہ ابھی تک آپ بول رہے ہیں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید : جناب یہ ہماری بھی فراخدلی ہے کہ ہم نے 87 میں سے ایک لیڈی کو وہاں چیئرمین کی سیٹ پر بٹھا دیا۔ جناب اب میں تعلیم کی طرف آتا ہوں تعلیم کے بارے میں اتنا زیادہ نہیں کہوں گا مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ اگر سب سے بدتر ناقص نظام کسی ملک میں ہے تو وہ پاکستان ہے ابھی تک میکاویلین طریقہ رائج ہے اور پھر اس ملک میں انصاف نہ کبھی تھا اور نہ ہے۔ کون سا انصاف' جو انصاف میرے لالیکا صاحب کے پاس ہے' جو انصاف میرے وڈیروں کے پاس ہے۔ ان کا اسکول الگ' میرا اسکول الگ' ان کا کالج الگ میرا کالج الگ اور جناب اس میں کون جاتے ہیں : بیوروکریٹس کے بچے۔ پھر وہ کون کیا ہیں اے سی' ڈی سی بیوروکریٹس کے بچے تو جناب والا اگر اس کا مقصد یہی ہے کہ ایک غریب کا بچہ..... آج میں نے ایک وزیر صاحب سے درخواست کی کہ آپ فلاں صاحب کو ٹیلیفون کیجئے اور انہیں خدا کا واسطہ اور اپنے باپ کی قسم دے کر کہئے کہ وہ جو انٹرویو لے رہے ہیں اسی کی بنیاد قابلیت پر رکھیں۔ میری سٹیٹ کے ایک لڑکے نے گیارہ سو میں سے آٹھ سو اکانوے نمبر حاصل کئے ہیں۔ اس کے سوا سب 6 سو نمبر والے ہیں لیکن اس کی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ وہ میرے دیر کا ہے' غریب ہے اور اس نے مسجد میں پڑھا ہے ٹکڑوں پر۔ اس کو نوکری نہیں ملتی۔ یہ بڑے بڑے سکول اور کالج آپ کو مبارک ہوں جناب یہ بہت ناقص طریقہ ہے۔ اب پالیسی دیتے ہیں اب پالیسی بنتی ہے کون سی پالیسی بنتی ہے' پالیسی بنانے والے کون ہوتے ہیں ؟ وہ وڈیرے کیا پالیسی بنائیں گے۔ تمام طریقے ختم کرو۔ سکول کا صرف ایک طریقہ ہو۔ استادوں کا معیار دیکھو۔ میں کہوں گا تو پھر دوست ناراض ہو جائیں گے۔ میرے ضلع میں ایک جماعت کی حکومت ہے ناجائز نہ سمجھئے

وہاں جو استاد ہیں وہ دھڑا دھڑ بھرتی کئے گئے ہیں اور اکثر میٹرک فیل ہیں یا میٹرک ہیں گچکی صاحب آپ یقین جانئے یا نہ جانئے چند دن ہوئے ایک انسپکٹر صاحب کے پاس گیا میں نے شکایت کی کہ ان اساتذہ سے کہیں کہ خدا کے واسطے سیاست مت کرو۔ خدا را ان کو پڑھاؤ یہ تمہاری قوم کے بچے ہیں۔ یہ پڑھیں گے تو اس قوم کی خدمت کریں گے۔ تم کیوں سیاست کرتے ہو، تم نیوٹرل کیوں نہیں بنتے۔ وہ انسپکٹر صاحب کہنے لگے، میں آپ کو ایک بات سناؤں۔ میں نے کہا فرمایئے انہوں نے کہا میں ایک سکول میں امتحان لینے کے لئے گیا تھا تو میں نے استاد کو کہا کہ ان بچوں کو پڑھاؤ تو اس نے کتاب اٹھائی اور کہا، کہ گیدڑ نے دو سیر گوشت چین سے کھایا۔ مندوخیل صاحب سنیں گیدڑ نے دو سیر گوشت چین سے کھایا

(مداخلت)

اخونزادہ بہرہ ور سعید : تو جناب والا اس نے اس کا ترجمہ یہ کیا کہ گیدڑ (پشتو)۔ ترجمہ اس نے چین کا ترجمہ چین (ملک) کیا یہ اس جماعت کا مقرر کردہ استاد تھا جو ہمیں جنت کا ٹکٹ دے گا پھر اس کے بعد کہتے ہیں کہ شامت آئی پھر اس کی شامت آئی تو اس نے کہا اس کا بھی ترجمہ کرو تو اس نے شامت کے معنی شامت گیدڑ کر دیا۔ اس کو چین سے چین کر دیا اور شامت کو شامت گیدڑ کر دیا۔ جب یہ میرے بچے کا استاد ہو تو میرا بچہ کیسی تعلیم حاصل کرے گا۔ جب تمہارا یہی سکول ہے اور اس کے مدارس اور استاد ایسے ہیں تو تمہارا نظام تعلیم کیا ہے۔ جناب آیئے ہم وہاں پشتو میں پڑھائیں، سندھ میں سندھی میں، بلوچستان میں بلوچی میں ابتدائی تعلیم دیں۔ یہ اچھی چیز ہے۔

Madam Deputy Chairman : Now the House is adjourned to meet again tomorrow at 10.00 A.M.

[*The House then adjourned to meet at ten O'clock in the morning on Tuesday, the 10th March, 1992*].

PCPPI—491(96)Senat—24-3-97—180.